

انخابِ غزلیاتِ حافظ

مع مَرتَبِک

۴۴۵۶

مغیثُ الدینِ فریدی



32
ud. hr

SRI RAMAKRISHNA ASHRAMA
LIBRARY SRINAGAR.
Accession No- 4489
Date

SRI RAMAKRISHNA ASHRAM
LIBRARY
Shivalya, Karan Nagar,
SRINAGAR.

Class No. _____
Book No. _____
Accession No. _____

1917
JAN 10 1917
RECEIVED
U. S. DEPT. OF AGRICULTURE
WASHINGTON, D. C.

ہدایہ
بہشتیان فرہنگ ایران

انتخاب غزلیات حافظ مع فرہنگ

PROF CHAMAN LAL SAPRU
180 - Lal Nagar, P. O. Natipura
SRINAGAR (Kmr.) 190015

منیث الدین فریدی

جملہ حقوق محفوظ

تاریخ اشاعت	ستمبر ۱۹۵۷ء
تعداد	پانچ سو
مطبع	جمال پرنٹنگ پریس دہلی
ناشر	انجمن فارسی، دہلی
قیمت	سات روپے

کلنے کا پتا:

مکتبہ شاہراہ، اردو بازار، دہلی

S. RAMAKRISHNA & H. AMA
LIBRARY SRINAGAR.
Accession No- 4484. ...
Date ...



بنیاد فرهنگ ایران

رواست انماری

علی حضرت فرج پهلوی شبانوی ایران

نیابت یست

والا حضرت شاهدخت اشرف پهلوی

یہ کتاب بنیاد فرهنگ ایران کے الی تعاون سے شائع ہوئی۔

کتابخانه عمومی
وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی
تهران



کتابخانه ملی ایران

دفتر اسناد

کتابخانه ملی ایران

تهران

کتابخانه ملی ایران

کتابخانه ملی ایران

فهرست :

صفحه

غزل

- | | | |
|----|----|-------------------------------------|
| ۱۶ | ۱ | اگر آن ترک شیرازی بدست آورد دل مارا |
| ۱۸ | ۲ | دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را |
| ۲۰ | ۳ | ساقیا بر خیز و در ده جام را |
| ۲۲ | ۴ | دوش از مسجد سوی میخانه آند پیر ما |
| ۲۴ | ۵ | ساقی بنور باده برافروز جام ما |
| ۲۶ | ۶ | ای نسیم سحر آرا اگر یار کجاست |
| ۲۸ | ۷ | بیا که قصه ازل سخت است بنیادست |
| ۳۰ | ۸ | درین زمانه رفیقی که خالی از خللت |
| ۳۲ | ۹ | منم که گوشه میخانه خالقاه نمست |
| ۳۴ | ۱۰ | دل سرا پرده محبت اوست |
| ۳۶ | ۱۱ | بنال بلبل اگر بامنت سربارست |
| ۳۸ | ۱۲ | یارب این شمع دلفروز ز کاشانه کیست |
| ۴۰ | ۱۳ | حاصل کار که کون و مکان این همه نیست |
| ۴۲ | ۱۴ | حسن تو همیشه در نسردن باد |
| ۴۴ | ۱۵ | همای اوج سعادت بدام ما افتد |
| ۴۶ | ۱۶ | سالها دل طلب بام جم از مای کرد |
| ۴۸ | ۱۷ | نفس باد صبا مشک فشان خواهد شد |
| ۵۰ | ۱۸ | نه بر که چهره برافروخت دلبری داند |
| ۵۲ | ۱۹ | رسید مرده که ایام غم نخواهد ماند |

SIRAMAKRISHNA ASHRAMA
LIBRARY SRINAGAR.

Accession No. ۶۶۵۶

Date

۵۳	دوش وقت سحر از غصه نجاتم دادند	۲۰
۵۶	دوش دیدم که ملایک در میخانه زدند	۲۱
۵۸	غلام ز گس مست تو تا جذا را اند	۲۲
۶۰	اغطان کاین جلوه در محراب و منبر میکنند	۲۳
۶۲	تانه میخانه می نام و نشان نخواهد بود	۲۴
۶۴	ای صبا گشتی از خاک ره یار یار	۲۵
۶۶	خیز و در کاسه زر آب طربناک انداز	۲۶
۶۸	شرده وصل تو کو کز سر جان برخیزم	۲۷
۷۰	من ترک عشق شایه و ساغر تمیکنم	۲۸
۷۲	بخرگان سیه کردی هزاران رخه دروغم	۲۹
۷۴	در خرابات معان نور خدایم	۳۰
۷۶	بیای تا گل بر افشانیم و بی در ساغر اندازیم	۳۱
۷۸	شاه شمشاد قدان خسرو شیرین دهنان	۳۲
۸۰	شراب لعل کش وردی مه جینان بین	۳۳
۸۲	عیشم بدست از لعل دلخواه	۳۴
۸۴	ای که با سلسله زلف دراز آده	۳۵
۸۶	دوش رستم بدر میکده خواب آلوده	۳۶
۸۸	سحرگاهان که بخور شبانه	۳۷
۹۰	این خرقه که من دارم در رهن شراب اولی	۳۸
۹۲	دو یار زیرک و از باد کهن دومی	۳۹
۹۴	ای پادشاه خویان داد از غم تنهائی	۴۰

پیش لفظ

خواجہ حافظ شیرازی کے دیوان سے ایسی چالیس غزلوں کا انتخاب کیا گیا ہے، جو حافظ کے رنگ سخن اور طرز فکر کے تقریباً تمام پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ طالب علموں کی مدد کے لیے ہر غزل کے لیے مشکل الفاظ تراکیب اور تلمیحات کی سرہنگ میں غزل کی بحر اور وزن کے ساتھ ساتھ ان صنعتوں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے جو حافظ کے کلام کا زیور بھی ہیں اور جذبات کی ترسیل اور کیفیات کے ابلاغ کا موثر وسیلہ بھی۔ اس خصوصیت میں حافظ اپنے معاصرین سے بمراتب بلند ہیں۔ یہ انتخاب نسخہ نزدینی پر مبنی ہے۔

خواجہ حافظ کی زندگی کے حالات ڈاکٹر رضا دادہ شفق کی کتاب تاریخ ادبیات ایران سے ماخوذ ہیں۔ علامہ شبلی نے شعاعہ حسیم میں حافظ کی غزل پر جو جامع تبصرہ کیا ہے اس پر اضافہ ممکن ہی نہیں ہے اس لیے علامہ شبلی کے مقالے کا خلاصہ بھی اس انتخاب میں شامل کر دیا گیا ہے جس سے طالب علموں کو حافظ شناسی میں مدد ملے گی۔

انتخاب ابھی ترتیب کی ابتدائی منزل میں تھا کہ حسین اتفاق سے جناب سعیدی سیرانی ڈپٹی ڈائریکٹر بنیاد نسیم ہنگ ایران دہلی تشریف لائے۔ انھیں حافظ کے کلام سے غیر معمولی شغف ہے وہ شعبہ حافظ کی رعنائی اور نزاکت کے رمز شناس ہیں۔ سعیدی صاحب نے اس انتخاب کو دیکھا اور پسند کیا جس کے لیے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محبتی ڈاکٹر نور الحسن انصاری صاحب نے اس کام میں جیسی مدد کی ہے اس کا تہ دل

سے ممنون ہوں

کہ آشنا سخن آشنا نگہ دارد

منیٹ الدین فریدی

مقدمہ

سوانح

”شمس الدین محمد حافظ جنہیں لسان الغیب کا لقب دیا گیا ہے، آٹھویں صدی ہجری کے اوایل میں سلطنت کے قریب شیراز میں پیدا ہوئے۔ تذکرہ دل میں ان کے والد کا نام بہار الدین لکھا ہے جو خاکس کے سلفی اناجروں کے عہد میں اصفہان سے ہجرت کر کے شیراز چلے آئے تھے۔ خواجہ حافظ کی والدہ کا زردن کی رہنے والی تھیں۔“

حافظ نے متداول علوم کی تحصیل اپنے وطن ہی میں کی۔ اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء کی مجلس درس سے استفادہ کیا اور ان علوم میں ایک بلند مقام پر پہنچ گئے۔ (ان علماء میں ایک قوام الدین عبداللہ (متوفی ۷۲۸ھ) بھی تھے۔ محمد گل نام جو حافظ کے ہم عصر اہل فضل اور متذکرہ قوام الدین عبداللہ کے حلقہ درس میں ہمیشہ شریک رہنے والوں میں تھے) کی شہادت موجود ہے کہ ہمارا بلند پایہ شاعر ”تحشیہ کثاف“ مصباح، و مطالعہ مطالع و مفتاح، و تحصیل توامین ادب و تحمین دوادین عرب“ پر قدرت رکھتا تھا۔ ظاہر ہے کثاف سے مراد تفسیر میں زعمشری (متوفی ۷۳۹ھ) کی کثاف، نحو میں مطرزی (متوفی ۷۳۸ھ) کی مصباح، حکمت میں بیضاوی (وفات اور آخر قرن

اہم قسم کی طویل الاوار میں مطالعہ الا نظار یا منطق میں قطب الدین رازی کی شرح مطالعہ اور ادب میں سکاکی (مترنی سلسلہ) کی مفتاح العلوم ہے۔
 ”حافظ نے شہر آن مشرف کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اسے حفظ کر لیا تھا۔ انھوں نے تخلص بھی اسی اصحابیت سے اختیار کیا تھا۔ ان کے بعض اشعار سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں :

ندیدم خوش تر از شعر تو حافظ بقرآنی کہ تو در سینه داری
 اور عرفان کے لطیف ذوق کے ساتھ وہ حکمت کی تعلیم قرآنی آیات کے ساتھ دیتے ہیں
 خود نہ مانتے ہیں :

رحافظانِ جہان کس چو بندہ جمع نکرد لطایفِ حکما را بکتابِ شہ آنی
 حافظ کی جوانی کے زمانے میں فارس کے سلجوقی آدابوں کے دورِ حکومت کو ختم ہونے سے
 عرصہ پہرچکا تھا اور فارس مستقل طور پر غلوں کے عاملوں کے تحت آ گیا تھا، اس زمانے میں
 چوپانیوں کے آخری فرمان روا امیر پیر حسین کے مغلوب ہونے کے بعد امیر خاندان کا محمود شاہ
 فارس کی حکومت پر فائز کیا گیا تھا۔ ۷۲۰ھ کا سال تھا کہ محمود شاہ کے بیٹے شاہ شیخ جمال الدین
 ابوالسحاق ایچ نے جو بڑا لایق اور قابل تھا، پیر حسین اور ملک اشرف چوپانی کو شیراز سے نکال
 دیا، فارس کی حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی اور ۷۳۰ھ تک نہایت خوبی کے ساتھ اس صوبہ
 پر حکومت کرتا رہا۔ ابوالسحاق نہایت عدل پرور اور دادرس تھا۔ اس نے شیراز کو آباد اور پر رونق
 بنایا۔ وہ خود بھی پاکیزہ ادبی ذوق رکھتا تھا۔ اسی لئے وہ حافظ کی بڑی عزت کرتا تھا اور اس کے
 یہاں ان کی بڑی تندر و منزلت تھی اہل اہل میں یہ پہلا امیر تھا جس نے شاعر شیراز کی نظریاتی طرف
 پھیر لی تھی۔ حافظ نے بھی کئی جگہ اس کی مدح کی ہے اور اسے ”جمالِ چہرہ اسلام“ اور ”پہر
 عالم و جبار“ اور ایسے ہی دوسرے القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔

حافظ کا زمانہ بڑے انقلاب اور خون ریزی کا زمانہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس زمانے

میں علماء و فضلاء، صوفیاء و اولیاء اور شعراء و ادباء فارس میں بکثرت موجود تھے۔ اسی وجہ سے حافظ کی سخن نہی کا دائرہ کافی وسیع تھا۔ حافظ نے ابوسعحاق کی حکومت کے زوال پر بہت سے دردناک شعر لکھے ہیں۔ شیخ ابوسعحاق کی سلطنت کا خاتمہ آل مظفر کے بانی محمد مبارز الدین کے ہاتھوں ہوا تھا۔ پھر اس کے بیٹوں نے یعنی شاہ محمود اور شاہ شجاع نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اسے مغلوب کر لیا اور شاہ شجاع کے حکم سے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی گئی۔ حافظ نے اپنے ایک قصیدہ میں جس کا مطلع ہے:

دل منہ بردنی و اسباب او زانکہ از او کس وفاداری ندید

اس کی ستم گاری کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے مظالم کا حال یوں بیان کیا ہے:

آنکہ روشن شد جہان بنیش بدو میل در چشم جہان بنیش کشید

آل مظفر میں مبارز الدین کا بیٹا شاہ شجاع (۷۵۹ - ۷۸۶) اور اس خاندان کا آخری حکمران شاہ منصور (۷۸۹ - ۷۹۵) خاص طور پر حافظ کے مدد و رج رہے ہیں۔ جلال الدین شاہ شجاع خود بھی ادبی ذوق اور شاعرانہ مزاج رکھتا تھا۔ اسی زمانہ میں شیراز کو ظاہر پرست خشک متعصبوں کے پنجے سے رہائی ملی۔

شاعر کے کلام کے انداز سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے حافظ کی خاص طور پر سرپرستی کی تھی اور اسی کے زمانے میں شاعر اور اس کے کلام کی شہرت اپنے انتہائی عروج کو پہنچ چکی تھی۔

ایران کے باہر کے جن بادشاہوں کا نام حافظ نے اپنے کلام میں لیا ہے، ان میں ایک جلالیوں یا ایل کانی سلاطین کے پانچویں حکمران سلطان احمد بن شیخ اولیس بن حسن (۸۴۳ - ۸۱۳) کا نام بھی شامل ہے، یہ خاندان سلاست سے لے کر ۱۵۸۰ء تک ایران کے مغرب میں بغداد سے لے کر آذربائیجان کے علاقہ پر حکومت کرتا تھا، حافظ کے سوا مسلمان مسادجی، عبیدز کا کانی اور دوسرے شاعروں نے بھی ان کی مدح کی ہے۔

مشہور ہے کہ سلطان احمد نے خراج کو شیراز سے بغداد آنے کی دعوت دی تھی لیکن شاعر نے کسی وجہ سے یہ دعوت قبول نہیں کی اور ایک غزل لکھ کر اس کے پاس بھیج دی۔

تایخ فرشتہ کے مصنف کی روایت ہے کہ دکن کے ہمینی سلاطین کے پانچویں حکمران محمود شاہ بن حسن (۷۶۹-۷۸۰) نے جو علم دوست اور ادب پرور تھا، حافظ کو اپنے ملک میں بلانا چاہا۔ محمود شاہ نے اس کی دعوت دیتے ہوئے زادراہ بھی روانہ کیا، حافظ دکن کے ارادے سے کشتی میں سوار ہوئے اور شتی طوفان میں پھنس گئی۔ شاعر شیراز نے خشکی پر جہنگلامے اور حادثے دیکھے تھے وہ خود ہی کچھ کم نہ تھے اب اس نے دریا کی بلا میں مبتلا ہونے سے احتراز کیا اور واپس ہو کر ساحل پر اتر گئے۔ اس مسافت پر پشیمان ہوئے اور ایک غزل لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیج دی جس کا مطلع ہے :

دمی باغم بستر دن جھان یکسر نمی از درجی بفروش دلق ماکرین بہتر نمی از درجی
بگالہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ غیاث الدین بن اسکندر نے بھی خواجہ صاحب کو بگالہ آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن غیاث الدین کی تخت نشینی کا سال ۷۹۲ لکھا ہے۔ اس لیے یہ دعوت خواجہ صاحب کو دی گئی ہوگی تو اس کے جلوس سے پہلے کی بات ہوگی، کیونکہ اس تاریخ تک حافظ کا انتقال ہو چکا تھا۔

سعدی کے برخلاف حافظ نے لمبے لمبے سفر نہیں کئے۔ عمر بھر میں ایک مختصر سا سفر تو انھوں نے بندر ہر مزنک اور ایک سفر یزد تک کیا تھا۔ باقی عمر وہ شیراز ہی میں مقیم رہے اور اس شہر کی صفائی، حسن اور زیبائی اور اس کے مقام گلگشت اور دریائے رکنا آباد کے ساحل سے ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہے، چنانچہ کہتے ہیں :

نمی دہند اجازت مرا البیر و سفر نسیم باد مصل و آب رکن آباد
خواجہ حافظ نے شیراز میں وفات پائی اور شہر کے اسی حصہ میں جس کی سیر و تفریح سے وہ اپنا دل بہلاتے تھے اور اس کی گل گشت ان کی محبوب تفریح گاہ تھی۔

اور جس کا نام مصلیٰ تھا سپرد خاک کئے گئے۔ اب اسی مقام پر بلند مرتبہ شاعر کے شایان شان
مقبورہ تعمیر کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے ”خاک مصلیٰ“ ہی سے شاعر کی وفات کی تاریخ نکالی ہے۔
(تخلص از تاریخ ادبیات ایران مولفہ دکتر رضا زادہ شفق)

شاعری

غزل کی بنیاد سعدی نے ڈالی اور امیر خسرو اور حسن نے اس کو ترقی دی، ساتویں صدی کا چمن
انہی بلبوں کے زمرہ میں سے گونج رہا تھا کہ سلمان ساوجی اور خواجہ کرمانی نے نغمہ سنجی شروع کی،
سعدی اور خسرو کے آگے اگرچہ ان کو فروغ نہیں ہو سکتا تھا لیکن ان لوگوں نے غزل میں کچھ جدید
بھی پیدا کیں جو زمانے کے مذاق کے موافق تھیں۔

غرض خواجہ حافظ نے آنکھیں کھولیں تو سلمان اور خواجہ کرمانی کا رنگ ملک پر چھایا ہوا تھا۔
خواجہ صاحب نے دونوں کا زمانہ پایا تھا، اور اتفاق یہ کہ خواجہ صاحب نے جب ۵۳ھ میں شیراز
میں وفات پائی تو دفن اسی مقام یعنی اللہ اکبر میں ہوئے۔ جو حافظ کی خاص سیر گاہ تھی۔

خواجہ صاحب نے غزل گوئی شروع کی تو خواجہ کرمانی کے کلام کو سامنے رکھ کر کہنا شروع کیا۔
چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: ص

وار سخن حافظ طرز و روش خواجہ

سعدی اور خسرو اور حسن تک غزل میں زیادہ تر عشق و عاشقی کے جذبات اور معاملات
بیان کرتے تھے، خواجہ نے دنیا کے بے ثباتی، دست مشرب اور زندگی و مستی پر زور دیا، اکثر غزلیں
پوری کی پوری صرف دنیا کی بے ثباتی پر ہیں۔

خواجہ صاحب نے بھی اہی مہتابین پر شاعری کی بنیاد رکھی ہے۔ سعدی، خسرو اور حسن کا
کلام بہر تن عشق، سوز و گداز، بیان شوق، ناامیدی اور حسرت ہے، خواجہ صاحب سعدی کی بھی تقلید
کرتے ہیں، چنانچہ اکثر غزلیں ان کی غزلوں پر لکھی ہیں، لیکن وہ نظر تاشگفتہ مزاج اور دلدار خیز

طبیعت رکھتے تھے، اس لیے درد و غم کے زحے ان سے اچھی طرح ادا نہیں ہوتے۔
 خواجہ صاحب کی شاعری میں متعدد ایسی باتیں جمع ہو گئی ہیں جن کا مجموعہ ایجاد بن گیا ہے۔
 ممکن ہے کہ ان میں سے ایک ایک چیز کو الگ الگ لیں تو ادوروں کے ہاں مکمل آئے، لیکن
 خواجہ صاحب کا کلام صحتِ سخنِ خوبان ہر داند تو تھا داری " کا مصداق ہے۔
 ان میں بعض اوصاف ایسے بھی ہیں جو ادوروں کے کلام میں اس درجہ تک نہیں پائے جاتے
 ہیں مثلاً روانی، جہتگی اور صفائی، یہ وصف سعدی اور خسرو کا بھی مابہ الامتیاز ہے، لیکن یہ ایسی
 چیز ہے جس کے مدارج کی حد نہیں، ممکن ہے کہ ایک شعر خرد نہایت رداں اور صاف و شستہ ہو،
 لیکن ایک اور شعر اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ اور اس سے بھی بڑھ کر کوئی اور شعر ہو، جس طرح نغمہ اور حسن
 کہ ان کے مدارج ترقی کی کوئی حد نہیں۔

ایک اور چیز جو خواجہ صاحب کی شاعری کا نہایت نمایاں وصف ہے جو شرب بیان ہے، اسی
 طرح تنوع مضامین بھی ان سے پہلے اس تذکرہ تھا

فارسی شاعری باوجود ہزاروں گوناگوں اوصاف اور خیالات کے جوش بیان سے خالی ہے
 فردوسی اور نظامی کے ہاں خاص خاص موضوعوں پر جوش بیان کا پورا زور ہے لیکن وہ ادوروں کے
 خیالات اور واردات ہیں خود شاعر کے حالات اور جذبات نہیں۔ بخلاف اس کے خواجہ صاحب کے
 کلام میں جو جذبات ہیں وہ خود ان کے واردات اور حالات ہیں۔ اس لیے ان کو وہ اس جوش کے
 ساتھ ادا کرتے ہیں کہ ایک عالم چھا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب نے سیکڑوں گوناگوں خیالات ادا کیے ہیں اور جس خیال کو ادا کیا ہے اس
 جوش کے ساتھ کیا ہے کہ سننے والے پر وہی اثر طاری ہو جاتا ہے جو خود خواجہ صاحب کے دل میں ہوتا
 خواجہ صاحب پر زندگی اور سرسستی کا جذبہ غالب تھا، ان کے تمام کلام میں یہ جذبہ اس
 جوش اور زور کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ فارسی شاعری کی ہزار سالہ زندگی میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی
 دنیا کی شان و شوکت، جاہ و جلال، دہم و دہام، ان کو لپٹا ناچاہتے ہیں، لیکن ان کے دل

سے یہ مذاق آتی ہے کہ تاکہ؟ یہ نیزنگیاں کب تک؟ اس جھوٹے طلسم کے لیے زندگی کو کیوں آلودہ کیا جائے۔

یہ فلسفہ خواجہ صاحب پر اس قدر چھا گیا تھا کہ بریلے نفرا کو منہ جھنید نظر آتا تھا، وہ خود اس خیال میں مست تھے اور چاہتے تھے کہ اور لوگ بھی اس عالم کا لطف اٹھائیں۔ وہ مناظر قدرت سے، بہار سے، آبِ رواں سے، سبزہ و مرغزار سے لطف اٹھاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خوش عیشی کا یہ عالم ہر شخص کو نصیب ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر وہ تمام دنیا کو خوش عیشی کے فلسفہ کی تعلیم دیتے ہیں خواجہ صاحب شاعر تھے اور فطری شاعر تھے، اس لیے انھوں نے خوش عیشی کی ایسی تصویر کھینچی ہے کہ زمین سے آسمان تک جوشِ مسرت سے لبریز نظر آتا ہے اور یہی شاعری کا اصلی کمال ہے اکثر مضامین ایسے ہیں جو مدتوں سے بندھے آتے تھے جن میں کوئی دلفریبی نہ تھی۔ خواجہ صاحب کے حسنِ اسلوب اور جدتِ ادانے اس کو نہایت دلآویز اور لطیف کر دیا۔

معتوق کی زلف کو بنفشہ پر ترجیح دینا معمول بات ہے خواجہ صاحب اس کو اس طرح ادا کرتے ہیں
بنفشہ طرہ مفتول خود گرہ میزند صاحبکایت زلف تو در میان انداخت

خواجہ صاحب نے جن مضامین کو زیادہ تر باندھا ہے وہ شراب کی تعریف رندی و مسرتی کی ترغیب دنیا کی بے ثباتی، واعظوں اور زاہدوں کی پردہ دری ہے، ان میں سے ہر مضمون کے ادا کرنے کا جو پیرایہ اختیار کیا ہے، اس سے بہتر خیال میں نہیں آ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ انہی مضامین پر اور اساتذہ کے سیکڑوں ہزاروں اشعار موجود ہیں لیکن عام محفلوں میں خواجہ صاحب ہی کے ترانے زبانوں پر ہیں۔ ان کی اصلی شاعری عشق و عاشقی اور رندی و مسرتی ہے، رندانہ مضامین وہ آزادی اور رنگینی اور جوش کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

خواجہ صاحب کے عشقیہ جذبات غم اور درد سے کم تعلق رکھتے ہیں وہ نظرًا شگفتہ مزاج اور رنگین طبع تھے، اس لیے عشق و عاشقی سے ان کو دین تک تعلق ہے، جہاں تک لطفِ طبع اور شگفتگیِ خاطر کے کام آئے، وہ ناامیدی، حسرت، یاس وغیرہ پر کچھ لکھتے ہیں تو محض تقلیدِ ہونے

ذہنگین مزنا بھی چاہتے ہیں تو چہرہ سنسے گفتگی نہیں جاتی، اس بنا پر وہ شوق، ناز و نیاز، بوسوں کنار، بزم آرائی و مجلس افزائی کے جذبات اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں، وہ اس قسم کا عشق نہیں کرتے کہ کسی کے پیچھے زندگی برباد کر دیں۔ گیلوں میں پڑے پھریں، ان کا عشق بھی لطف نظر ہے اچھی موثر سامنے نظر آنی دیکھ ل، دل تازہ ہو گیا۔ پاس بیٹھ گئے۔ ہمزانی کا لطف اٹھایا، زیادہ پھیلے تو سینہ سے لگایا، گلے میں بانہیں ڈال دیں، اس حالت میں بھی کوئی برا خیال نہیں، پاکبازی اور پاک نظری کی روک تھام ہے۔

بایں ہمہ عشق و محبت میں جو جو وارداتیں گذرتی ہیں ایک ایک سے باخبر ہیں اور ان سب جذبات کو اسی سچائی، اسی واقعیت اسی جوش کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں جس طرح دل میں آتے ہیں اور یہی اصلی شاعری ہے، وہ کوئی بات نہیں کہتے جب تک کوئی جذبہ دل میں نہیں پیدا ہوتا۔

جو شاعر فلسفہ اخلاق کی تعلیم دینا چاہتا ہے، اس کے لیے فطرت کا نکتہ شناس ہونا سب سے پہلی شرط ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ لطیف اور دل آویز طریقوں سے یہ عیوب ظاہر کیے جائیں تاکہ لوگوں کو گراں نہ گذریں بلکہ خود ان کو ان کے سنسنے میں لطف آئے مثنوی اور دقیق عیوب جقدر علما، واعظین اور زہاد میں پائے جاتے ہیں کسی فرقہ میں نہیں پائے جاتے، چنانچہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے، لیکن چونکہ یہ فرقہ ہمیشہ بالقدر رہا ہے، اس لیے ان کے عیوب کا ظاہر کرنا اس ان بات نہیں، امام غزالی نے اس کا جو نتیجہ اٹھایا، یہ تھا کہ ان کی جان تک معرض خطر میں آگئی، اس لیے کسی کو ہمت نہ ہوئی، شعرا میں سب سے پہلے خیام نے یہ جرأت کی ان کے بعد شیخ سعدی نے دبی زبان سے کچھ کچھ کہا۔ لیکن جس دلیری، آزادی اور بے باکی سے خواجہ صاحب نے اس فرض کو ادا کیا آج تک کسی سے نہ ہو سکا۔

خواجہ صاحب نے اس بات کو جائز نہایت تلخ اور لطیف پہلوؤں میں لکھا ہے کہ مولویوں اور واعظوں کی نیکیاں بھی چونکہ ذاتی غرض پر مبنی ہوتی ہیں، اس لیے درگاہ الہی میں مقبول ہونے کے قابل نہیں خواجہ صاحب کی فصاحت کلام کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ان کے ہاں کلام میں روزمرہ اور

محاورے نہایت کثرت سے پائے جاتے ہیں جو الفاظ اور ترکیبیں رات دن استعمال میں آتے رہتے ہیں اور جن سے روزمرہ پیدا ہوتا ہے عموماً وہی ہوتے ہیں جو فصیح اور بلخ، سلیس اور نرم ہوں اور اگر ان میں کسی قدر کمی ہوتی ہے تو وہ روزمرہ کے استعمال سے نکل جاتی ہے، کیونکہ رات دن سنتے سنتے وہ الفاظ کانوں کو آتے ہو جاتے ہیں، محاورات کا بھی یہی حال ہے، محاورہ اس وقت بنتا ہے جب ایک گروہ کا گروہ کسی جملہ کا کسی خاص معنی میں استعمال کرتا ہے اس لیے ضرور ہے کہ یہ جملہ خود فصیح، سلیس اور رواں ہو۔

فارسی زبان میں مفرد الفاظ بہ نسبت اور زبانوں کے نہایت کم ہیں۔ اس کی کی تلافی زبان نے محاورات اور مصطلحات سے کی، شاعری کے لیے زبان پر قدرت تام حاصل ہو مناسب سے ضروری شرط ہے۔ خواجہ صاحب کی سب سے بڑی قادر الکلامی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے جس قدر محاورات اور مصطلحات برتے فارسی شعرا میں سے غالباً کسی نے نہیں برتے اور یہ ان کی قادر الکلامی کی ایک بڑی دلیل ہے۔

خواجہ صاحب کے کلام میں ایک خاص قسم کی خوش گواری پائی جاتی ہے، شاعری میں موسیقی بھی شامل ہے، اس لیے جو شعر موسیقی اور خوش آوازی سے لگاؤ کا شاعری کے رتبہ سے گھٹا ہوگا، خواجہ صاحب کے کلام میں یہ وصف مختلف اسباب سے پیدا ہوتا ہے، اکثر وہ غزلوں کی بحریں ایسی رکھتی ہیں جو موسیقی سے مناسبت رکھتی ہیں، شعروں کے ارکان اور ان کے ٹکڑے ایسے لاتے ہیں جو تال اور کم کلام دیتے ہیں، اس غرض کے لیے اکثر مجوزن الفاظ کا پے درپے آنا دیتا ہے اور گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بار بار زبان آکر ٹوٹتی ہے۔

(تلمیض اد شعرا لبحم جلد دوم تالیف علامہ شبلی نعمانی)

غزلیں

①

اگر آن ترک شیرازی بدست آزد دل را
 بدہ ساقی می باقی کہ در جنت نخواہی یافت
 نغان کاین لولیان شخ شیرین کا شہر آشوب
 ز عشق ناتمام با جمال نیرستغنی است
 من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت اتم
 اگر دشنام فرمائی و گرفتہ بین دُعا گویم
 نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوستی زند
 حدیث از مطرب می گوید راز دہر کجاست جز
 غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
 کہ بر نظم توان سازد فلک عفت دثر یارا

بجر ہرج - سالم مٹمن

①

مفاعیلین ، مفاعیلین ، مفاعیلین ، مفاعیلین

ترک شیرازی — ترک کنایہ محبہ شوق سے، مراد وہ مشوق جو شیراز کا رہنے والا ہے۔

بدست آرد — دل ہاتھ میں لے لے، اپنا بنا لے۔

خال ہندو — سیاہ بیل۔

سمرقند — ترکستان کا مشہور شہر، تیمور کا دار الخلافہ۔

بُخارا — ترکستان کا مشہور شہر جو اپنے علما اور فضلا کے لئے مشہور رہا۔

رنگ آباد — شیراز کی نہر۔

گلگشت مصلیٰ — شیراز کی مشہور تفریح گاہ جو بعد میں خواجہ حافظ کی آخری آرام گاہ بنی۔

لولیان شترخ — شعخ، حسین رقا صائیں۔

شیرین کار — اپنے کام کو اچھی طرح انجام دینے والی۔ یہاں لولیان شترخ کی صفت کے طور پر ترکیب بنائی ہے۔

شہر آشوب — سارے شہر میں ہڑگاہ برپا کرنے والے۔ یہ بھی لولیان شترخ کی صفت ہے۔

خران نیما — ترکستان میں ایک رسم تھی کہ سال میں ایک دن مقرر کر کے طرح طرح کے کھانے تیار کئے جاتے تھے اور ان کو خران میں بجا کر ایک بڑے میدان میں رکھ دیا جاتا تھا۔ پھر سب لوگ ان کھانوں پر یکایک ٹوٹ پڑتے تھے اور ٹوٹ لے جاتے تھے۔

زیلجا — عزیز مصر کی بیوی جو حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی تھیں۔

لب لعل شکر خا — لعل اور شیریں بوٹ۔ محبوب کے ہونٹ کی دونوں صفائیں ایک ہی ترکیب میں جمع کر دی گئی ہیں۔

مورسختی — تونے موتی پرے۔ مراد یہ ہے کہ نازک خیالات کو بحول الفاظ کے ساتھ منظم کیا ہے۔

عقد ثریا — آسمان پر چھ ستارے بہت بلند اور اتنے متصل ہیں جیسے ایک لڑی میں پروئے گئے موتی۔

اس غزل کے پانچویں شعر میں تلخیص ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن پر فریقہ ہو کر

زیلجانے اپنی آبرو کی بازی لگادی۔ حانظانے اس شعر میں اس واقعہ مشہور کو بطور تشبیہ کے بیان کیا ہے

حانظ کا اصل مدعا تو نفرت انسانی کے دہر کو بیان کرنا ہے کہ حسن ہر دور میں اپنے عاشقوں سے تنگ و نام کی

تربانی کا مطالبہ کرتا ہے، اگر لیجانے اپنے تنگ و ناموں کو قربان کیا تو اس کا یہ فعل تقاضاے نظر انسان

تھا اس پر حیرت کیوں ہے۔

اس غزل کے چھٹے شعر میں صنعت تصادف ہے (تلخ، شکر خا)

آٹھویں شعر میں صنعت اشتقاق ہے (نگشود و نگشاید)

نویں شعر میں مرعات التظہیر ہے (غزل گشتی، در سختی، نظر تو، عقد ثریا)

اس غزل، مقطع میں خواجہ حافظ اپنی غزل کے اشعار کو موتیوں کے ہار سے تشبیہ دیتے ہیں

اور دوسرے مصرع میں اس تشبیہ کے حسن کو یہ کہہ کر دوبارہ لکھتے ہیں کہ تیری نظم پر آسمان

عقد ثریا کو بچھا کر کرتا ہے۔

دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را
 کشتی سنگ گانیم ای باد شتر بر خیز
 ده روزه مهر گردن افسانه است افسون
 در حلقه گل دول خوش نمائند و دوش لب لب
 ای صاحب کرامت شکرانه سلامت
 آسایش دو گیتی تفسیرین در حرفت
 دروی نیک نامی ارا گذرند دارند
 بهنگام نلگدستی در عیش کوشش موتی
 سرکش مشو که چون شمع از غیرت بسوزد
 اینکیت سکندر جام میت بنگر
 خوبان پارسی گوی خشنده گان نمند

درد که راز نهان خواهد شد آشکارا
 باشد که بازینم دیدار آشکارا
 نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا
 بات الصبوح بپوایا ایها السکارا
 روزی تفقد می کن درویش بنیوارا
 بادوستان حرقت باد شمنان مدارا
 گرتو نمی پسندی تغیر کن قضا را
 کاین کیمیا هستی تارون کند گدارا
 دلبر که در کف او مومست سنگ خارا
 تا بر تو عرضه دارد احوال ملک دارا
 ساقی بده بشارت زندان پارسارا

حافظ بخود نهد شب داین خرقه می آلود

ای شیخ پاک دامن معذور در ارسارا

④

بحر مضاع مثمن اُخرب

مفعول فاعلاتن، مفعول فاعلاتن

دل می رود ز دستم۔ مجھے اپنے دل پر قابو نہیں ہے۔

وروا — افسوس۔

یاد شرط — موافق ہوا۔ یاد مراد۔

باشد — شاید ایسا طور۔

صاحب کرامت۔ بزرگ۔

سلامت — بے عیب ہونا۔ رابی یا نا سلامتی کے معنوں میں بھی سلامت استعمال ہوتا ہے۔

تلفد — مجازاً بمعنی مہرمانی، دلجوئی، عنقراری۔

مروت — بهادری، فیاضی، بهمدردی، مهربانی.

مدارا ————— تراضع، التفات.

قضا — حکم الہی -

قارون — مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک بہت مالدار شخص تھا جس نے

خدا کی نافرمانی کی سزا نافرمانی کی سزا میں اس کو مع اس کے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

آئینہ مسکندر — صاحبِ نجات نے لکھا ہے کہ مسکندر نے شہرِ اسکندریہ فتح کرنے کے بعد دریائے

کنارے ایک منارہ بنوایا اس پر ایک آئینہ نصب کر کے کچھ یا سب ان مقرر کئے تھے جو اس آئینے میں ظہن

کی نقل و حرکت دیکھتے تھے اور اپنے شکر کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔

عرضہ دارو — ظاہر کرتے

ملک دارا — دارا کا ملک۔ یعنی ایران۔ دارا ایران کا مشہور بادشاہ جس کو سکندر نے شکست دی۔

اس شعر میں خواجہ حافظ نے جامِ شہاب کو آئینہ نگار سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح آئینہ میں

دارا کے لگاتار حال دیکھ لیتا تھا اسی طرح عام شہر اب سے دنیا کا حال تیرے اوپر روشن ہو سکتا ہے۔

اس غزل کے پہلے شعر میں صنعت تضاد ہے۔ (پہنان، آشکارا)

تیسرے شعر میں صنعت شبہ اشتقاق ہے۔ (افسانہ و انسون)

پانچویں شہر میں صفت تضا ہے۔ (دوستان دشمنان)

آٹھویں شعر میں صفت تضاد ہے۔ (موم، سنگِ خارا)

ساقیا برخیز و در ده جام را خاک بر سر کن غم ایام را
 ساغری بر کفم نه تا ز بر بر کشم این دلق ازرق غام را
 گر چید نامیت نزد عاتلان مانیخوا، بیسم ننگ و نام را
 باده و رده چند ازین باد غرور خاک بر سر نفس نافر جام را
 دود آه سینه نالان من سوخت این افسردگان خام را
 محرم راز دل شیدا ی خود کس نمی بیسم ز خاصن عام را
 باد لاری مرا خاطر خوشست کز دلم یکباره برد آرام را
 نگر و دیگر بسر و اندر چمن هر که دید آن سرو سیم اندام را

صبر کن حافظ بسختی روز و شب

عاقبت روزی بیانی کام را

(۳) بحرِ رملِ مسدسِ مقصور / محذوف

فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فاعلن

خاک بر سرِ کفن۔ سر پر خاک ڈال ہے۔ یعنی بھڑک جا۔
بر کشم۔ گار دوں۔

ولتی ازرق فام۔ نیلے رنگ کی گدڑی۔ (مفہوم یہ ہے کہ لے ساقی شراب کا پیالہ دے تاکہ میں اس کر کے لباس کو تازہ کر پھینک دوں)

ننگ و نام۔ عزت اور شہرت۔ پہلے مصرع میں اس کی وضاحت نہیں ہے کہ عاتلوں کے نزدیک بدنامی کس وجہ سے ہے۔ اس کی دو وجہ ہیں ہر سکتی ہیں شراب پینا ماعلوں کے نزدیک بدنامی ہے یا محبت کرنا ماعلوں کے نزدیک بدنامی ہے۔ دونوں صورتوں میں شاعر ننگ و نام سے بے پردا ہو کر اپنے عمل پر فخر کرتا ہے۔ خواہ وہ شراب نوشی ہو یا محبت۔

نافر جام۔ نامبارک۔ بد انجام۔ نفس کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔
مراد یہ ہے کہ شراب نفس کے غرور کو ختم کرنے کے لئے پی رہا ہوں۔
آر دو میں مرزا غالب نے اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے۔

مے سے غرض نشا طابے کس رو سیاہ کو اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہئے
افسروگانِ خام۔ وہ ہوس پیشہ جو پیچھے کر رہ گئے ہیں۔ یہ کنایہ زیادہ ان ظاہر پرست کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔

مسر و سیم اندام۔ مراد محبوب جس کا قد سر کی طرح ہے اور بدن چاندی جیسا ہے۔
بیابی کام را۔ اپنے مقصد کو حاصل کر لے گا۔ اپنی مراد کو پالے گا۔

(۴)

دوش از مسجد سوی میخانه آمد پیر ما
 مامریان روی سوی قبله چون آریم چون
 در خرابات طریقت ما هم منهدل شویم
 عقل اگر داند که دل در بند زلفش چون خوش
 چیت یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
 روی سوی خانه خمار دارد پیر ما
 کاین چنین رفتت در عهد ازل تقدیر ما
 عاقلان دیوانه گردند از پی زنجیر ما
 زان زمان جز لطف و خوبی نیست تغییر ما
 آه آتش ناک و سوز سینه شکیبای ما

تیر آه ما ز گردون بگذرد صاف خاموش
 رحم کن بر جان خود پر مهر کن از تیر ما

(۴)

بحر رمل مثنیٰ مقصور / محذوف

فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلات / فاعلن

تدبیر ————— کسی کام کا انجام سوچنا۔

خانہ خمار ————— شراب خانہ۔

خرابات طرقت ————— ایسا میخانہ جہاں باطن کو صاف کر لے والی شراب پلائی جائے۔

آیت ————— نشانی۔

کشف کرد ————— ظاہر کر۔

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ تیرے چہرے تیرے انکسار کی نشانی ہم کو ملی ہے۔ اس وجہ سے ہماری باتوں (شعروں) میں صرف لطف و خوبی کا بیان ملے گا اس کے سوا ہم کچھ اور نہیں کر سکتے۔ آیا اس طرح درگیر ہو ————— درگفتن کے معنی مرافق، ہونا اور راشر کرنا ہے۔ اس شعر میں خواجہ صاحب یہ کہتے ہیں کہ اے محبتِ دل محبوب کیا ہماری آہِ آتشبار اور نالہِ سبکدوش کا تیرے دل پر کسی رات کچھ اثر ہوتا ہے۔

اس غزل کے پہلے شعر میں مرادات النظیر ہے (مسجد، پیر، یاران طرقت)

اور صفت تضاد ہے (مسجد، میخانہ)

دوسرے شعر میں صفت تضاد ہے (قبلہ، خانہ خمار)

پانچویں شعر میں مرادات النظیر ہے (آیت، کشف، تفسیر)

ساقی بنم براده برافروزم با ما
 مادریا لیه عکس رخ یار دیده ایم
 هرگز نمیسروا که دلش نده شد شوخ
 چندان بود که شمه و ناز سهی قدان
 ای باد اگر بگشای اجاب بگذری
 گو نام باز یاد بعد اچو میبری
 مستی بچشم شاید دبستد انوش
 ترسم که صوفیه بنزد روز باز خواست
 حافظ ز دیده دانه اشکی هم نشان
 مطرب بگو که کار جهان شد بکام ما
 ای بخیر ز لذت مشرب مدام ما
 ثبت است بر جریده عالم دوام ما
 کلید جلوه سر و سنو چرخ رام ما
 زنده ارضه ده بر جانان پیام ما
 خود آید آنکه یاد نیاری ز نام ما
 و از و سپرده اند بستی ز نام ما
 نان حلال شیخ ز آب حرام ما
 باشد که مرغ وصل کند قصه دام ما

دریای انصاف فلک و کشتی هلال
 سست غرق نعت حاجی قوام ما

بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف مقصور / محذوف

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات / فاعلن

نور بادہ۔ — شراب کا نذر۔
 کار جهان شد بکام ما۔ دنیا کا ہر کام ہمارے حسبِ مرام ہو گیا۔
 مشرب مدام۔ — ہمیشہ مست رہنا۔ وہ نشہ جو کبھی نہ اترے۔
 جریدہ عالم۔ — دنیا کا دفتر۔ اضافت تیشہا ہے۔
 سہی قدان۔ — کنایہ ہے ان حسینوں سے جنہیں اپنے قامت کی رعنائی پر ناز ہو۔
 سر و صنوبر خرام۔ — سرِ استعارہ ہے محبوب کے لئے اور اس کی رزاکر کو طے ہوئے صنوبر سے تشبیہ دی ہے
 زہارِ عرقہ وہ۔ — ضرر پیش کرنا، تقدیم کر۔
 برجائمان۔ — محبوب کی خدمت میں۔
 زازو۔ — اس وجہ سے۔ اس بنا پر۔
 زمام۔ — زمام سپردن۔ لگا لگا کر اختیار میں دے دینا۔ یعنی ہماری لگام
 کے ہاتھ میں ہے۔
 صرفہ برون۔ — فائدہ ہونا، مفید ہونا۔ بازی لے جانا۔
 روز باز خواست۔ — باز پرس کا دن، سوال و جواب کا دن۔ روزِ قیامت۔
 نانِ حلالِ شیخ۔ — شیخ کی حلال روٹی۔ اشارہ ہے ظاہر پرست عابدوں کی ریاکارانہ عبادت کی نظر
 آپِ حرام۔ — کنایہ ہے شراب سے (مُرادیہ ہے کہ قیامت کے دن شیخ کی عبادت ہمارے
 گناہ کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نفع بخش ثابت نہیں ہوگی۔
 دریاے اخضر نلک و کشتیِ ہلال۔ — آسمان کو دریاے سبز سے اور ہلال کو کشتی سے تشبیہ دی ہے۔
 حاجیِ قوام۔ — خواجہ حافظ کے مہر وچ وزیر کا نام۔
 اس غزل کے آٹھویں شعر میں صنعتِ تضاد ہے۔ (نانِ حلال، آبِ حرام)
 نویں شعر میں حرمانِ النظیر ہے۔ (دانہ، مرغ، دام)

(۶)

ای نسیم سحر آرا که یار کجاست
منزل آن در عاشق کش عیار کجاست
شب تاب است ره دادی این پیش
آتش طور کجا موعده دیدار کجاست
هر که آمد بجان نقش خرابی دارد
در خیالات بگوید که شیار کجاست
آنکست اهل بشارت که اشارت اند
بسته روی مرا با تو هزاران کارست
باز پرسید ز گیسو و شکن شکنش
ما کجایم و ملامت گیر بکار کجاست
عقل دیوانه شد آن سلسله شکن کو
کاین دل غمزه ده گشته ز نار کجاست
ساقی و مطرب بی جمله میاست لی
دل ما گوشه گرفت ابری که در کجاست
عیش بی یار مهیا نشود یار کجاست

حافظ از باد غزلان در چمن دهر مرغ
فکر معقول بفسر ما گل بی خار کجاست

بحر رمل مثنیٰ مجنون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن / فاعلن

مہ عاشق کش عیار۔ میر استعارہ ہے محبوب کے لئے۔ اس ترکیب میں محبوب کی دو صفات
 (عاشق کو مارنا اور تمکاری) کو شامل کیا گیا ہے۔
 وادیِ امین — کوہِ طور کے داہنی جانب جو صومرا تھا اُسے وادیِ امین کہا گیا ہے۔ یہاں حضرت
 موسیٰ کو ایک درخت پر تجلی خداوندی نظر آئی تھی۔
 آتشِ طور — تجلی الہی جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کو نظر آئی تھی۔
 موعِد دیدار — وہ جگہ جہاں دیدار دکھانے کا وعدہ کیا گیا۔
 اشارتِ داند — جو اشارے کو سمجھتا ہے۔
 ملامتِ گریبار — فضول نصیحت کرنے والا۔
 سرشت — حیران۔ بھگکا ہوا۔
 سلسلہٴ مشکین — کنڈیہ ہے محبوب کی زلف سے۔
 دلِ زما گوشہٴ گرفت — ہمارا دل ہمارے قابو میں نہیں ہے۔
 فکرِ معقول بفرما — عقل سے کام لے۔
 اس غزل کے دوسرے شعر میں ایلمج رہے اور مراعاتِ القیڑ ہے۔
 (وادیِ امین، آتشِ طور۔ موعِد دیدار)
 چوتھے شعر میں تجنیس ناقص اور شبہ اشتقاق ہے (بشارت۔ اشارت)

بیا که قصر اهل سخت است بنیاد است
 غلام همت آنم که زیر چرخ کبود
 چلو کیمت که بمیخانه دوش مست و خراب
 که ای بلند نظر شاه باز سدره نشین
 تراز کنگره عرش میزند صفیر
 نصیحتی گنمت یاد گیر و در غسل آر
 غم جهان مخور و پند من مبر از یاد
 رضا بداده بدو ز جبین گره بگشای
 مجورستی عهد از جهان هست نهاد
 نشان عهد و وفا نیست در بستم گل
 بیا ر بادیه که بنیاد عمر بر باد است
 زهر چه رنگ لعل پذیرد آزاد است
 برش عالم غمبسم چه مژده داد است
 نشین تونه این سخن محنت آباد است
 ندانمت که در این آله چه افتاد است
 که این حدیث زیر طریقت می یاد است
 که این لطیفه عشق زهر روی یاد است
 که بر من دود دراختیار بگشاد است
 که این عجز عروس هزار داماد است
 بنال بلبل بیدل که جای فریاد است

حسد چه میری ای است نظم بر حافظ
 قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است

بحر محبت مثنیٰ مخبون مقصور / محذوف

(۷)

مفاعیلن فعلا تین مفاعیلن فعلا ت / فعلا تین

تقصیر اہل ———— امید کامل۔

سخت سست بنیاد۔ ناپائیدار۔

بنیاد عمر برباد ست — عمر کی بنیاد ہوا پر ہے۔ یعنی ناپائیدار ہے اس ترکیب میں لطف یہ ہے کہ فی الواقع حیات انسانی کا مدار الفاس پر ہے۔

سروش عالم غیب — عالم غیب سے آنے والا فرشتہ۔

محنت آباد ———— رنج کی جگہ مراد دُنیا۔

می زدن صغیر — صغیر پرندوں کی آواز، مراد یہ ہے کہ تیرے ہم صغیر عرش پر ہیں اور وہ تجھے بلالہ میں

داگر ———— وہ جگہ جہاں جال بچھے ہوں۔ مراد دُنیا۔

بضابطہ بدہ ———— جو مل گیا اس پر راضی رہ۔

وز جنین گرہ بختی — اور اپنی پیشانی سے شکن دُور کر دے۔ مراد بے نگرہی کے ساتھ زندگی بسر کر۔

دراختیار نگشاو است — اختیار کار کا دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ یعنی انسان قدرت کے آگے بے بس ہے۔

دُستی عہد ———— عہد پر قائم رہنا۔

جہان سست نہاد — ناپائیدار دُنیا۔

عجز ———— بڑھیا۔

عروس ہزار و اماو — ہزاروں شوہروں کی دُہن۔ مراد ہر جانی۔ بے وفا۔

سست نظم — جس کے شعر میں روانی اور لطافت نہ ہو۔

قبول خاطر — مقبول ہونا۔

لطف سخن — شعر کا لطف۔

خدا داد است — اللہ کی طرف سے ہے۔

اس غزل کے پہلے شعر میں صنعت مراعات النظیر ہے (تقصیر اہل، سست بنیاد، بنیاد عمر، برباد)

دوسرے شعر میں صنعت تضاد ہے (غلام۔ آزاد)

تیسرے شعر میں مراعات النظیر ہے (دُستی عہد، جہان سست نہاد، عجز، عروس ہزار و اماو)

دسویں شعر میں صنعت تضاد ہے (تبسم، فریاد)

گیا ہوں شعر میں مراعات النظیر ہے (سست نظم۔ قبول خاطر، لطف سخن)

(۸)

درین زمانه رفیقی که خدای از خلالت
 جرمیده رو که گذرگاه عافیت تنگست
 نه من ز بی عملی در جهان ملولم و بس
 بچشم عقل درین رهگذار پر آشوب
 بگریخته مه چهره و قصه مخوان
 دلم امید فراوان بوصل روی تو داشت
 صراحی می ناب و سفینه غزلست
 پیالگی که عمر عزیز بی بدرست
 ملائت علما بهسم ز علم بی عملست
 جهان و کار جهان بی ثبات بی محلت
 که سعد و نحس ز تاثیر زهره و زحلست
 ولی اجل بره عمر رهبران هست

بهیچ دور نخواهند یافت هشیارشن
 چنین که حافظ بامست باده ازست

بحر محبت مثنیٰ مجنون محذوف / مقصور

مفاعیلن فعلا تین مفاعیلن فعلا تین / فعلا ت

خالی از خلل — جہاں فتنہ اور فتنور نہ ہو۔

سفینہ غزل — غزل کی بیاض۔

جریدہ رو — تہا چلا جا۔

گذر گاہ عافیت — امن و سکون کا راستہ۔

ملالت — اُداسی، رنجیدہ ہونا۔

رہگذار پُر آشوب — وہ راستہ جہاں ہر قدم پر فتنہ برپا ہو۔

طستہ — زلف، پیدائی کے بال۔

مہ چہرہ — محبوب، جس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہے۔

زہرہ — نام ایک ستارے کا جسے فارسی میں کنایتہ رقاصہ فلک اور لولی فلک بھی

کہا گیا ہے۔ اس رقاصہ کا بھی نام ہے جس پر ہاروت اور ماروت دو فر

عاشق ہوئے تھے۔

زحل — سب سے بلند ستارہ ہے جسے انتہائی منحوس مانا گیا ہے۔

رہزن اہل — اس مصرع میں موت کو رہزن اہل کہا ہے۔ یعنی موت امید کو ختم کر دیتی ہے۔

اس غزل کے تیسرے شعریں اشتقاق ہے (علم، علم)

پانچویں شعریں صفت تضاد ہے (سعد و خس)

ساتویں شعریں صفت تضاد ہے (مشار، مست)

مغم که گوشه میخانه خالقاه نیست	دعای پیرمغان در دسبوح گاه نیست
گرم ترانه چنگ صبور نیست چپ باک	نوی من بجز آه عذر خواه نیست
ز پادشاه و گدای غم بجز الله	گدای خاک در دوست پادشاه نیست
غرض از مسجد و میخانه ام وصال شماست	جز این خیال ندارم خدا گواه نیست
مگر به تیغ اجل خیمه برنسم ورنی	زمیدن از در دولت رسم مرا نیست
از آن زمان که برین شان نهادم روی	فراز من خورشید یک گاه نیست

گناه اگر چه نبود اختیار با حافظ
تو در طریق ادب باش گو گناه نیست

بحر محبت مثنیٰ مخبون مقصور / محذوف

مفاعیلن فعلا تین مفاعیلن فسلات / فعلن

ورد صبح گاہ — صبح کے وقت کا وظیفہ۔

ترانہ جنگ صبور — صبح کے وقت ساز پر جو نغمہ چھیڑا جائے۔

عذر خواہ — معذرت پیش کرنے والا۔

مگر بہ تیغ اجل خمیہ برکنم — شاید موت کی تلوار سے میں اپنے خمیہ کو اکھاڑ دوں۔ یعنی موت ہی مجھ کو تیرے دروازہ سے ہٹا سکتی ہے۔

مسند خورشید — سورج کو تکیہ سے تشبیہ دی ہے۔ فارسی میں مسند کا لفظ تکیہ اور پر تکلف

فرش دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

تکیہ گاہ — فقیروں کے رہنے کا مکان۔ مجازاً پشت پناہ۔

تو در طریق ادب باش — تو ادب کے طریقے کو نہ چھوڑ۔

اس غزل کے پہلے شعر میں مراعات النظیر ہے (خانقاہ، دعا، ورد صبح گاہ)

تیسرے شعر میں صنعت تضاد ہے (پادشاہ، گدا)

چوتھے شعر میں صنعت تضاد ہے (مسجد، میخانہ)

چھٹے شعر میں مراعات النظیر ہے (آستان، مسند، تکیہ گاہ)

دیده آینه دار طلعت اوست	دل سرا پرده محبت اوست
گردنم زیر بار منت اوست	من که سر در نیا درم بدو کون
فکر هر کس بقدر بهمت اوست	تو و طوبی و ما و قامت یار
همه عالم گواه عصمت اوست	گر من آلوده دامنم چه عجب
پرده دار حریم حرمت اوست	من که باشم در آن حرم که صبا
زانکه این گوشه جای خلوت اوست	بی خیالش مباد منظر چشم
ز اثر رنگ و بوی صحبت اوست	هر گل نو که شد چمن آرای
هر کسی پنج روز نوبت اوست	دور مجنون گشت و نوبت است
هر چه دارم زمین بهمت اوست	ملکت عاشقی و گنج طرب
غرض اندر میان سلامت اوست	من و دل گرفتار شدیم چه پاک

فقر ظاهر مبین که حافظ را

سینه گنجینه محبت اوست

بحر خفیف مسدس مجنون محذوف / مقصور

فاعلاتن مفاعلن فعلن / فعلات

- سراپردہ — بارگاہ شاہی۔
 آئینہ دار طلعت — حسن و جمال کو ظاہر کرنے والا، یہاں مراد یہ ہے کہ عاشق کی آنکھ محبوب کے چہرے کی آئینہ دار ہے۔
 سرور نیا ورم — سر نہیں جھکانا۔
 دو کون — دنیا اور آخرت۔
 طوبی — بہشت کے ایک درخت کا نام۔
 حرم — خانہ کعبہ کے گرد جو احاطہ ہے اس کا نام حرم ہے خانہ کعبہ کو بھی حرم کہتے ہیں۔
 حریم — مکان کا اندرونی حصہ۔ گھر کے چاروں طرف کی دیوار۔
 حرمت — عزت۔ حرام ہونا۔
 منظر چشم — آنکھ کی تپائی۔
 نوبت — باری۔ مرتبہ۔
 ملکیت عاشقی — عشق کو ملک سے تشبیہ دی ہے۔
 گنج طرب — خوشی کا خزانہ۔
 یمن — برکت۔
 گنجینہ محبت — محبت کا خزانہ۔
 اس غزل کے پانچویں شعر میں صنعت اشتقاق ہے (حرم، حریم، حرمت)
 ساتویں شعر میں مراعات النظیر ہے (گل، چین، رنگ، دل)

بنال بلبل اگر بامنت سر یار نیست
 در آن زمین که نسیمی ز دوزخ طره دوست
 بیار باوه که رنگین نسیم جامه زرق
 خیال زلف تو بختن نه کار هر خامیست
 لطیفه ایست نهانی که عشق از خویش زد
 جمال شخص نه چشمست و زلف عاشق نه خال
 قلندران حقیقت به نیم جو خنجرند
 سر آستان تو مشکل توان رسید آری
 بحر کشته چشمت بخراب میدیدم
 دلش بناله میازار و ختم کن حافظ
 که رستمگاری جاوید در کم آزار نیست
 که ماد و عاشق زاریم و کار ما زار نیست
 چه جای دم زدن ناهای تا آزار نیست
 که مست جام غروریم و نام بهشیار نیست
 که زیر سلسله رفتن طریق عیار نیست
 که نام آن نه لب لعل و خط زنگار نیست
 هزار نکته درین کار و بار دلدار نیست
 قبابی اطلس آئین که از هنر عیار نیست
 عروج بر فلک سروری بدشوار نیست
 زهی مراتب خوابی که به زبیدار نیست

(۱۱)

بحر محبت مثنیٰ مجنون مقصور / مخدوف

مفاعیلن فعلا تین مفاعیلن فعلا ت / فعلا تین

اگر بامنت ہر یاریت — اگر تجھے میرے ساتھ دوستی کا خیال ہے۔
 دم زدن ناہمائی تا آری — ناہمائی تا آری کا دم مارنا۔ یعنی اپنی خوشنود پر ناز کرنا۔
 جامہ زرق — مکر کا لباس۔ دنیا دار درویشوں پر طنز ہے۔
 خیال زلف تو بختن — تیری زلف کے خیال میں محو ہو جانا۔
 زیر سلسلہ رفتن — زنجیر کے نیچے چلنا۔ یعنی پابند سلاسل ہونا۔
 طریق عیاری — دلیہ اور چالاک لوگوں کا طریقہ۔
 لب لعل — سرخ ہونٹ۔ مراد محبوب کے ہونٹ۔
 کاروبار دلداری — محبوب کے معاملے۔
 بنیم جو نخرند — آدھے جو کی قیمت پر بھی نہ خریدیں۔ یعنی نہایت حقیر اور بے قدر چیز۔
 قبا۱ اطلس — ریشمی لباس۔ قیمتی کپڑے۔
 ہنر — کارگری۔ فن۔ مہارت۔
 مراتب — مرتبے۔
 کم آزاری — کسی کو تکلیف نہ دینا۔

اس غزل کے چھ شعر میں مراعاتِ النظیر ہے (جمال، چشم، زلف و عارض و خال)
 نویں شعر میں صنعت تضاد ہے۔ (خودی، بیداری)

یارب این شمع دلفروز ز کاشانه کیست	جان ماسوخت پرسید که جانانه کیست
حالی خانه برانداز دل و دین نیست	تادر آغوش که می خبدر و میخانه کیست
باد لعل لبش کز لب من دور مباد	راح روح که و پیمان ده پیانه کیست
دولت صحبت آتش شمع سعادت پر تو	باز پرسید خدا را که بپزانه کیست
مید هر کسش افسونی و معلوم نشد	که دل نازک او مایل افسانه کیست
یارب آن شاه و شش ماه رخ زهره جبین	در تبتامی که و گوهر یکدانه کیست

گفتم آه از دل دیوانه حافظ بی تو
زیر لب خنده زنان گفت که دیوانه کیست

بحر رمل محبوبون مقصور / محذوف

فَاعِلَاتِن فَعْلَاتِن فَعْلَاتِن فَعْلَاتِن / فاعِلن

- شمع دلافروز — دل کو روشن کرنے والی شمع۔ مراد محبوب۔
- راح روح — راح کے معنی راحت کے بھی ہیں اور شراب کے بھی۔ روح کی مراد کنایہ ہے محبوب کے ہونٹوں کی شراب سے، بارگاہ کے ایک لحن کا بھی نام ہے۔
- پیمان و دیہ پیمانہ — شراب پلانے کا وعدہ کرنے والا۔
- شمع سعادت پر تو — سعادت کا نور بھیلانے والی شمع، مراد محبوب۔
- مید ہر کر کش افسونی — ہر شخص اس پر جادو کرتا ہے یعنی جبر بھی ہے وہ میرے محبوب کا پرستار ہے اور اُسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔
- شاہ و شس — بادشاہوں کی سی شان والا، مراد محبوب۔
- ماہ رُخ — چاند جیسے چہرے والا۔ مراد محبوب۔
- زہرہ جبین — جس کی پیشانی زہرہ ستارے کی طرح روشن ہے۔ مراد محبوب۔
- درِ بکیتا — قیمتی موتی جو صدف میں اکیلا ہوتا ہے۔
- اس غزل کے تیسرے شعر میں تجنیس زائد اور صنعت اشتقاق ہے
(راح، روح)
- پانچویں شعر میں صنعت تنسیق الصفات ہے۔
(شاہ و شس، ماہ رُخ، زہرہ جبین)

(۱۳)

حاصل کار که کون و مکان این همه نیست	باده پیش آر که اسباب جهان این همه نیست
از دل جان شرف صحبت جانان غرضت	غرض نیست و گرنه دل جان این همه نیست
منت سدره و طوبی ز پی سایه کش	که چو خوش بگری ای سر روان این همه نیست
دولت آست که بی خون دل یکبار	در نه با سعی و عمل بلغ جهان این همه نیست
تنج روزی که درین مرحله مهلت داری	خوش بیاسای زمانی که زمان این همه نیست
بر لب بحر فامنت نظیریم ای ساقی	فرستی دان که ز لب تابدان این همه نیست
زاهد این مشوا بازی غیرت ز نهار	که ره از صومعه تادیرمغان این همه نیست
درد مندی من سوخته زار و زار	ظاهر حاجت تقریر و بیان این همه نیست

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولی
پیش زندان رقم سود و زیان این همه نیست

بحر رمل مجنون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات / فعلن

کارگر کون و مکان — دنیا اور آخرت کا کارخانہ۔

شرفِ صحبت جانان — محفلِ محبوب میں باریاب ہونے کی سعادت۔

سدرہ — ساتویں آسمان پر پیری کا ایک درخت ہے۔ جسے سدرۃ المنتہی کہا گیا ہے۔

مشہور یہ ہے کہ جبریل اس حد سے آگے نہیں جاسکتے۔

سرورِ روان — استعارہ ہے محبوب کے لئے۔

خونِ دل — کنایہ ہے سخت محنت سے۔

خوش بیا سائی — خوب آرام سے زندگی بسر کر۔

صومعہ — عبادت خانہ۔

دیرِ مخان — آتش پرستوں کی عبادت گاہ۔

اس غزل کے دو سرے شعر میں تجنیس زائد ہے (جان، جانان)

تیسرے شعر میں صنعت مراعاتِ النظیر ہے (سدرہ، طوبی، سایہ، سرورِ روان)

پانچویں شعر میں صنعت اشتقاق اور تجنیس زائد ہے (زمانی، زمان)

ساتویں شعر میں صنعت تضاد ہے (صومعہ دیرِ مخان)

آٹھویں شعر میں تجنیس زائد ہے (زارد نزار)

۱۴

حسن تو همیشه در فنون باد	رویت همه ساله لاله گون باد
اندر سر با خیال عشقت	هر روز که باد در فنون باد
هر سرو که در چمن در آید	در خدمت قامت نگون باد
چشمی که نه فتنه تو باشد	چون گوهر اشک غرق خون باد
چشم تو ز بهر دلربائی	در کرون سحر ذوفنون باد
هر جا که دلیست در غم تو	بی صبر و قرار و بی سکون باد
قدیمه دلبران عالم	پیش الفت چونون باد
هر دل که ز عشق تست خالی	از حلقه وصل تو برون باد

لعل تو که هست جان حافظ
دور از لب مردمان دون باد

بحر ہزج مسدس اترہ مقبوض / مخدوف

مفعول مفاعیلن فعلن / مفاعیل

درفزون — اور زیادہ۔

بگون — جھکا ہوا۔

سحر — جادو۔

چشمی کہ نہ فتنہ تو باشد — جو آنکھ تجھ پر مفتون نہ ہو۔

ذوفنون — جو کئی طرح کے فن جانتا ہو۔ اس شعر میں محبوب مراد ہے جس کی ادائیں طرح طرح سے دلوں کو تسخیر کرتی ہیں۔

الف قدرت — محبوب کے قد کو الف سے تشبیہ دی ہے۔

چرخین باد — جھلکے ہوئے قد کو زون سے تشبیہ دی ہے۔ عاجزی کی علامت ہے۔

مردمان دون — دنیا پرست، کینے، ادنیٰ درجے کے لوگ۔

تیسرے شعر میں استعارہ ہے (سرو سے مراد حسین)

پانچویں شعر میں استعارہ بالکنایہ ہے (چشم استعارہ ہے ساحرہ کے لیے)

همای اوج سعادت بدم مافتد	اگر ترا گزری بر مقام مافتد
حجاب دار بر اندازم از نشاط کلاه	اگر ز روی تو عکسی بجام مافتد
بشی که ماه مراد از افق شود طالع	بود که پر تو نوری بجام مافتد
بیارگاه تو چون باد را نباشد بار	کی اتفاق مجال سلام مافتد
چو جان فدای لبش شد خیال نمی‌تم	که قطره ز زلالش بکام مافتد
خیال لطف گفتا که جان و سیله ساز	کزین شکار فداوان بدم مافتد
بنا میدی ازین بر مرد بزن فالی	بود که قرعه دولت بنام مافتد

ز خاک کوی تو هر که دم زند حافظ

نسیم گلشن جان در مشام مافتد

بحر مجتہد مثنوی مخبون مقصور / محذوف

مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلات / فاعلن

ہما ————— ایک نذہ کا نام جس کے لئے مشہور ہے کہ اس کا سایہ ایسا مبارک ہے کہ جو اس کے سایے میں آجائے اسے سلطنت مل جاتی ہے۔

حباب وار ————— بلبے کی طرح۔

کلاہ براندازم ————— ٹوپی اتار کر پھینک دوں۔ اس شعر میں حباب کے ٹوٹنے کو مستی کے اس

عالم سے تشبیہ دی ہے۔ جب اندیشہ کے جوش میں اپنی ٹوپی اتار کر پھینک دیتے ہیں۔

ماہ مراد ————— استعارہ ہے محبوب کے لئے۔

بود ————— ممکن ہے۔

نباشد بار ————— آنے کی اجازت نہیں ملتی۔ یعنی جب تیری بارگاہ تک ہوا کی رسائی نہیں ہو سکتی تو ہمیں سلام کرینی ہیمت کیسے ہو سکتی ہے۔

زلال ————— صاف اور شیریں بانی۔

بزن فالی ————— فال دیکھ۔ (مکن ہے مدعا حاصل ہو جائے)

اس غزل کے تیسرے شعر میں مراعات النظر ہے (شبہ، ماہ مراد، افق، طالع، دیہر تو زوری، بام)

ساتویں شعر میں مراعات النظر ہے (ناامیدی، فالی، قرعہ دولت، نام)

آٹھویں شعر میں مراعات النظر ہے (دم زند، نسیم گلشن، جان، مشام)

سالها دل طلب جام جم از ما میکرد
 گوهری که صدف کون و مکان بیروت
 مشکل خویش بر سپهر میخان بر دم دوش
 دیدمش خرم و خندان قرح باده بدست
 گفتم این جام جهان بین بتو کی داد حکیم
 گفت آن یار که زو گشت سر دار بلند
 فیض روح القدس اربازاد و فریاد
 و آنچه خود داشت ز بریگانه تمنّا میکرد
 طلب از گم شدگان لب دریا میکرد
 کو بتایید نظر حل معصا میکرد
 و اندران آینه صد گونه تماشا میکرد
 گفت آن روز که این گنبد مینا میکرد
 جرمش این بود که اسرار هویدا میکرد
 دیگران هم بکنند آنچه میسّا میکرد
 گفتش سلسله زلف بتان از پی چسبیت
 گفت حافظ کله از دل شیدا میکرد

بحر رمل مثنوی مخبون مقصور / مخذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن فعلات

جام جم ————— ایران کے مشہور بادشاہ جمشید کا پیالہ۔ اُسے جام جہاں نام بھی کہا گیا ہے۔
 صدف کون و مکان ————— دونوں جہاں کو سیپ سے تشبیہ دی گئی ہے۔
 بر سر مغان ————— پیر مغاں کے پاس۔

جام جہان بین ————— وہ پیالہ جس میں دنیا کا حال نظر آئے۔
 گنبد مینا میگرد ————— کنایہ ہے آسمان سے۔ مینا سبز بھی ہوتا ہے اور لاجورد بھی۔ مراد یہ ہے کہ جس دن آسمان بنایا گیا تھا اُسی دن مجھے جام جہاں میں دیا گیا۔

سرور اربند گشت ————— سولی کا مرتبہ بلند ہو گیا۔
 روح القدس ————— پاک رُوح۔ مراد حضرت جبریل۔
 میسحا ————— حضرت عیسیٰ کا لقب۔

اس غزل کے پہلے شعر میں استعارہ بالکنایہ ہے۔
 دوسرے شعر میں صنعت مراعاتِ النظیر ہے (گوہر، صدف، دریا)
 چھٹے شعر میں قصیدہ منصور کی تلمیح ہے۔
 ساتویں شعر میں اعجازِ میسحا کی تلمیح ہے۔

نفس باد صبا مشک نشان خواهد شد
 عالم پیردگر باره جوان خواهد شد
 ارغوان جام عقیقی بسمن خواهد داد
 چشم ز گس بشقایق نگران خواهد شد
 این تطاول که کشید از غم بجران بلبل
 تا سپرده گل نعره زنان خواهد شد
 گرز مسجد خجرات شد خُسرده گیر
 مجلس و عطا در ازست زنان خواهد شد
 ای دل از عشرت امروز بفردا فکنی
 مایه نقد بقار که ضمان خواهد شد
 ماه شعبان منه از دست قلع کاین خورشید
 از نظر تاشب عید رمضان خواهد شد
 گل عزیزست غنیمت شمردیش صحبت
 که بیاغ آمد ازین راه و ازان خواهد شد
 مطربا مجلس انست غزل خوان مُرد
 چند گویی که چنین رفت چنان خواهد شد

حافظ از بهر تو آمد سوی تسلیم وجود

قدمی نه بود آتش که روان خواهد شد

بحرِ رملِ مثنوی مجنون، مقصور / محذوف

فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن / فعلاتن

نفسِ بادِ صبا — استعارہ بالکنایہ ہے۔ بادِ صبا کا سانس۔

مشکِ نشان — مشک بکھیرنے والا۔ معطر۔

ارغوان — ایک سرخ پھول۔

جامِ عقیقی — عقیق حبیباً رخِ پیالہ۔

شقایق — لالہ کا پھول۔

تطاؤل کشیدہ — زیادتی برداشت کی۔

خرده گیر — نکتہ چینی نہ کر۔ اس کے عیب کی طرف اشارہ نہ کر۔

زمانِ خواہد شد — دیر تک رہے گی۔

نقد بقا — بقا کو دولت سے تشبیہ دی ہے۔

ضمان — ضمانت دینے والا۔ ضامن۔

از نظر خواہد شد — آنکھوں سے دور رہے گا۔

غینمتِ شمردیشِ صحبت — اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو۔

استلیم وجود — ہستی کو ملک سے تشبیہ دی ہے۔

قدیمی نہ بدو عاش — اس کو رخصت کرنے کے لئے آگے بڑھو۔

اس غزل کے دوسرے شعر میں مراعاتِ النظیر ہے۔ (ارغوان، سمن، زرگس، شقایق)

چوتھے شعر میں تضاد ہے (مسجد، خرابات)

پانچویں شعر میں تضاد ہے (امروز، فردا)

چھٹے شعر میں مراعاتِ النظیر ہے (ماہِ شعبان، خورشید، شبِ عید، رمضان)

نه هر که چهره برافروخت دلبری داند
 نه هر که طرف کج نهاد و تن داشت
 تو بندگان چو گدایان بشر طمع و دکن
 ملامت آن زند عافیت سوزم
 وفادار عهد نکو باشد از بیا موزی
 با ختم دل دیوانه و ندانستم
 هزار نکته بار کیت ز مو اینجاست
 مدار نقطه بیش ز خال تست مرا
 بقدر و چهره هر آنکس که شاه خوبان شد
 نه هر که آینه ساز و سکن دری داند
 کلاه داری و آیین سروری داند
 که دوست خود روش بنده پوری داند
 که در گد اصفی کیمیا گری داند
 و گر نه هر که تو بیتی ستم گری داند
 که آدمی بچه شیره پری داند
 نه هر که سر بر تراشد قلندر ی داند
 که قدر گوهر یک دانه جوهری داند
 جهان بگیرد اگر داد گسری داند

ز شعر دلکش حافظ کسی بود آگاه
 که لطف طبع و سخن گفتن دری داند

بحر محبت مثنوی مخبون مقصور / محذوف

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن / فعلین

چہرہ برا فروخت — چہرے کو روشن کیا۔
 طرف کلہ کج نہاد — ٹوٹی کے کنارے کو ترچھا کیا۔ باپکین اور جاہ و منصب پر غور کی علامت
 تند کشست — تمکنت کے ساتھ بیٹھا۔
 کلاہ داری — بادشاہی۔
 بہ شرطِ مزد — مزدوری کی شرط کے ساتھ۔
 زند عافیت سوز — وہ قلندر جو خوشی اور غم کو برابر سمجھے، یعنی اپنی بے پروائی سے راحت
 کو رنج سے بدل کر مطمئن ہو جاتے۔
 سر برآشد — سر کے بال منڈاتا ہے۔
 قلندر — رند بے باک، وہ درویش جو پابندِ شریعت نہ ہو۔
 مدار — دائرہ، حلقہ۔
 نقطہ بینش — بصیرت کا نقطہ، آگہی۔
 مدار... زخاں تست مرا — تیرے چہرے کے تل سے مجھے بصیرت حاصل ہوئی ہے۔
 نقطہ بینش کنارے کے طور پر آنکھ کی تیلی کو بھی کہتے ہیں۔
 جہان گیر د — ساری دنیا کو فتح کر لے۔
 داد گستری — انصاف، عدالت۔
 لطف طبع — طبیعت کی لطافت۔
 سخن گفتن درسی — فارسی درسی سب سے زیادہ شیریں اور فصیح مانی گئی ہے۔ یہاں خواجہ حافظ
 یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو فصیح اور شیریں فارسی میں شعر کہنا جانتا ہے وہی میرے
 شعری دلکشی کو سمجھ سکتا ہے۔
 اس غزل کے پہلے شعر میں تلخیص ہے (آئینہ سکندر)
 دسویں شعر میں مراعاتِ النظیر ہے (شعر دلکش، لطف نظم، سخن گفتن)

رسید مژده که ایام غم نخواهد ماند
 من ارچه در نظریار خاکسار شدم
 چو پرده دار بشمشیر میزند به سر را
 چه جای شکر و شکایت ز نقش نیک بست
 سرود مجلس جمشید گفته اند این بود
 غنیمتی ششراهی شمع وصل پروانه
 تو اگر ادا دل درویش خود بدست آور
 بدین رواق زبرد نوشته اند بزر
 چنان نماند چنین نیز هم نخواهد ماند
 رقیب نیز چنین محترم نخواهد ماند
 کسی مقیم حریم حرم نخواهد ماند
 چو بر صحنه هستی رستم نخواهد ماند
 که جام باده بیاد رکجم نخواهد ماند
 که این معالیه تا صبحدم نخواهد ماند
 که مخزن زرو گنج درم نخواهد ماند
 که بزم نکوئی اهل کرم نخواهد ماند

ز مهربانی جانان طبع مبر حافظ
 که نقش جور و نشان ستم نخواهد ماند

بحر مجتہد مثنوی مجنون مقصور / محذوف

مفاعیلن فعلاتن مفاعیلن فعلات / فعائلن

پرودہ دار — دربان، پاسبان۔
 برصیفہ بہتی رقم نخواہد ماند — زندگی کی کتاب پر کوئی تحریر باقی نہیں رہے گی۔
 مجلس جمشید — جمشید کی محفل۔ اس شعر میں وہ محفل مراد ہے جسے غیر معمولی اہتمام سے
 آراستہ کیا گیا ہو۔

رواق زبرجد — گناہ ہے آسمان سے۔ رواق، چھو، سائبان۔ زبرجد ایک قیمتی پتھر ہے
 سبز رنگ، مائل بہ زردی۔

نکوئی اہل کرم — کرم کرنے والوں کی نیکی۔

طلح مہر — لالچ مت کر۔

اس غزل کے تیسرے شعر میں صنعت اشتقاق ہے (حریم - حرم)

چوتھے شعر میں صنعت تضاد ہے (شکر، شکایت - نیک، بد)

پانچویں شعر میں مراعات النظیر ہے (سرود مجلس، جام بادہ، جم)

ساتویں شعر میں تضاد ہے (توانگر، درویش)

اود مراعات النظیر ہے۔ (توانگر، خزن زر، گنجینہ، درم)

نویں شعر میں تضاد ہے (مہربانی، جور و ستم)

۲۰

دوش وقت سحر از غصه نجاتم دادند داند رآن ظلمت شب آب حیاتم دادند
 بخود از شیشه پر تو ذاتم کردند باوه از جام تجلی صفا تم دادند
 چه مبارک سحری بود و چه سر خنده شبی آن شب قدر که این تازه بر اتم دادند
 بعد ازین روی من و آینه و صفا حال که در آنجا خیر از جلوه ذاتم دادند
 من اگر کام زو شتم و خوشدل چه عجب مستحق بودم و انیفا بز کا تم دادند
 با لف آرزو بمن مرده این دولت داد که بدان جو روحا صبر و ثباتم دادند
 این همه شهد و شکر که سخنم میریزد اجر صبریت کزان مثل خنیا تم دادند

همت جانفا و انفا کس سحر خیزان بود

که در بند غم ایام غب اتم دادند

بحر رمل مثنوی محبوب / مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن / فعلات

آب حیات — وہ پانی جسے پیئے والا ہمیشہ زندہ رہے۔ مجازاً محبوب کا وصال
 شعلہ پر تو ذرات — محبوب کی ذات کے عکس کی تیز روشنی۔
 جام تجلی صفات — وہ جام جس میں محبوب کی صفات کا جلوہ نظر آئے۔
 فرخندہ شبی — مبارک رات۔

برسات — انعام یا جاگیر کا کاغذ، پروانہ۔
 زکات — صدقہ۔ مال کا وہ حصہ جو خدا کی راہ میں دیا جائے۔
 شاخ نبات — مہری کا کوزہ۔ حافظ شیرازی کی محبوبہ کا نام بھی بتایا جاتا ہے۔
 انفاس سحر خیزان — صبح اٹھ کر عبادت کرنے والوں کا بابرکت دم۔
 اس غزل کے پہلے شعر میں تضاد ہے (وقتِ حرا، ظلمتِ شب)
 تیسرے شعر میں تضاد ہے (سحری، شبی)
 اور مراعاتِ النظیر ہے (مبارک، فرخندہ، شب قدر)
 ساتویں شعر میں مراعاتِ النظیر ہے (شہد، شکر، شاخ نبات)

دوش دیدم که ملایک در میخانه زدند گل آدم بپرشتند و به پیانه زدند
 ساکنان حرم ستر و عفاف ملکوت با من راه نشین باده مستانه زدند
 آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعه کار بنام من دیوانه زدند
 جنگ هفتاد و دو ملت همه را غرینه چون ندیدند حقیقت ره افتاد زدند
 شکری ایزد که میان من و او صلح افتاد صوفیان رقص کمان ساغر شکرانه زدند
 آتش آن نیست که از شعله او خند و شمع آتش آنست که در خرمن پروانه زدند

کس چو حافظ ننگش داد رخ اندیشه نقاب
 تا مهر زلف سخن را بقلم شانه زدند

بحر رمل مثنیٰ محبوبون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فسلاتن فعلاتن / فعلات

گل آدم لبرشتند و بہ پیمانہ زدند — آدم کی مٹی گوندہ کر پیمانہ میں لگادی۔

عفاف ملکوت — فرشتوں کی سی پاکیزگی۔

سترہ — پانسہ جس سے قال لی جائے۔

ہفتاد و دو ملت — مسلمانوں کے بہتر فرقے۔

عذربنہ — معذور سمجھو۔

زلف سخن — استعارہ ہے مراد شعر۔

رہ افسانہ زدند — افسانہ و مجازی راہ پر چل پڑے۔

بہ قلم شانہ زدند — قلم سے ننگھٹا کیا۔ یعنی جب سے زلف سخن کو قلم سے سنوارنا شروع کیا

گیا ہے کسی نے آج تک حافظ کی طرح مکر و خیال کے چہرے سے

نقاب نہیں ہٹائی۔

اس غزل کے چوتھے شعر میں صنعت تضاد ہے (حقیقت، افسانہ)

چھٹے شعر میں مراعات النظیر ہے (آتش، شعلہ، شمع، خرمن، پردانہ)

آٹھویں شعر میں مراعات النظیر ہے (ارخ، شانہ، نقاب، زلف)

غلام ز کس مست تو تا جدا دارند
 خراب باده لعل تو برشیا راند
 ترا صبا و مرآب دیده شد نماز
 و گرنه عاشق و معشوق را ز دار اند
 ز زیر زلف دو تا چون گذر کنی بگر
 که از یمن و یسارت چه سو کوار اند
 گذار کن چو صبا بر بنفشه زار و بین
 که از تطاول زلفت چه بقیقار اند
 نصیب است بهشتی عهد اشناسی
 که مستحق کرامت گناه کار اند
 نه من بر آن گل عارض غزل بر لبها
 که غنایب تو از هر طرف هزار اند
 تو دیگر شوای خضری خجسته که من
 پیاده میروم و همراهِ سوار اند
 بیا بمیکده و چسده از غوانی کن
 مرو بصومعه کاخ سایه کار اند

خلاص حافظ از آن زلف تا بدار مباد

که بستگان کند تو رستگار اند

۲۲) بحر مجتث مثنیٰ مخبون مقصور / محذوف

مفاعیلن فعلا تین مفاعیلن فعلین / فعلات

تراصبا و مرآب دیدہ شد غماز — ہوائے تیزی خوشبو پھیلائی اور آنسوؤں نے میرے
 یچمین و یسار — راز کو افشا کیا۔ غماز، یعنی چغل خور۔

دائیں بائیں۔

مستی کرامت — بخشش کے حق دار۔

ہزار — بلبل اور ہزار دونوں معنی ہیں یہاں بطور ایہام کے استعمال ہوئے۔
 دستگیر شو — مدد کر۔ سہارا دے۔

پی نخبہ — مبارک قدم۔ بابرکت۔
 سیاہ کار — گناہ کار۔

لہ گان کند — گرفتار کن میں جکڑے ہوئے۔

رستگار — آزاد۔ یعنی آزاد دی ہوئی جو تیری کنڈ میں جکڑے ہوئے ہیں۔
 اس غزل کے پہلے شعر میں صفت تضاد ہے (غلام، تاجدار، خراب، ہوشیار)۔
 پانچویں شعر میں مراعات النظیر ہے (ابہشت، خدا شناس، مستحق کرامت)۔
 چھٹے شعر میں مراعات النظیر ہے (گل عارض، عندلیب، ہزار)۔
 اور صفت ایہام بھی (ہزار)۔

ساتویں شعر میں صفت تضاد ہے (پیادہ، سوار)۔
 آٹھویں شعر میں صفت تضاد ہے (میکدہ، صومہ، ارغوانی، سیاہ)۔

(۲۳)

واعظان کاین جلوه در محراب منبر میکنند
 مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
 چون نخلوت میروند آن کار دیگر میکنند
 توبه فرمایان چرخ خود توبه کت میکنند
 کاین همه قلب و دغل و کار واد میکنند
 کاین همه ناز از غلام ترک استر میکنند
 یارب این نود و نوا را باغ خردشان نشا
 ای گدای خالق بر چه که در درمیان
 حسن بی پایان او چند آنکه عاشق میکند
 زمره دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
 بر درمخانه عشق ای ملک تسبیح گوی
 کاندرا آخاطیست آدم مخمر میکنند

صمد از عرش می آید خدای عقل گفت

قدسیان گوی که شعر حافظ از بر میکنند

بحرِ رملِ مثنوی مقصور / محذوف

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلات

کار دیگر ————— دوسرا کام، کنایہ ہے خلاف شرع اعمال سے۔

توبہ نہرِ بیاں ————— توبہ کا حکم دینے والے۔

روزِ داوری ————— انصاف کا دن۔ روزِ قیامت۔

قلبِ دغل ————— کھوٹا، مکر و فریب۔

کارِ داور ————— خدا کا کام۔

نودولتان ————— اچانک دولت ملنے پر اترانے والے۔ کم ظرف رئیس۔

باخرِ خودشان نشان ————— ان نودولتوں کو ان کے اپنے گدھے کے ساتھ بٹھا۔ مراد یہ ہے

کہ یہ اپنی اصل کو نہ بھولیں۔

لیک، جلدی کر۔

زمرہ دیگر کعبشق از غیب سر بر میکند ————— غیب سے عاشقوں کا ایک دوسرا گردہ پیا ہوا جاتا ہے۔

طینتِ آدمِ مخمر میکند ————— آدم کی طبیعت کا خمیر تیار کیا جا رہا ہے۔ یعنی آدم کی خاک کو عشق

کے شراب خانے میں گوندھا جا رہا ہے۔

قدسیان ————— فرشتے۔

گوئی ————— گویا کہ

از برمی کنند ————— یاد کر رہے ہیں۔

اس غزل کے تیسرے شعر میں صنعتِ اشتقاق اور تخیلیں زریا ہے۔

(داور، داوری)

پانچویں شعر میں صنعتِ تضاد ہے (خالق، دیرنغان)

سفرنامه ایست که در این سفر
 به نام و نشان خواهد بود

که در این سفر به نام و نشان خواهد بود

۲۲

تاز میخانه می نام و نشان خواهد بود
 حلقه پیرمغان از ازل و در گوش است
 بر سر تربت ما چون گذری بهمت خواه
 بر دای زاهد خود بین که چشم من تو
 ترک عاشق کش من مست من نیست امرو
 چشم اندم که ز شوق تو نهد سر بلبلد
 سر خاک ره پیرمغان خواهد بود
 بر همانیم که بودیم و همان خواهد بود
 که زیارتگر زندان جهان خواهد بود
 راز این پرده نهانست نهان خواهد بود
 تا دگر خون که از دیده روان خواهد بود
 تا دم صبح قیامت نگران خواهد بود

بخت حافظ گرا زین گونه مدد خواهد کرد

زلف معشوقه بدست و گران خواهد بود

(۲۴)

بحرِ رمل مثنیٰ محبوب مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن فعات

حلقہ درگوش — غلام ہوتا۔
 ہمت — مجازاً بلند ارادہ۔ کبھی فارسی میں دُعا کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ اس شعر
 میں خواجہ حاتم نے دعا کے مفہوم میں نظم کیا ہے۔
 زیارتِ گہِ زندانِ جہان — وہ جگہ جہان نے بھر کے زندوں کے لئے واجبِ التعلیم ہے۔
 رازِ این پردہ — کنایہ ہے دنیا کے بھیدوں سے۔
 تا اگر خونِ گہِ از دیدہ روانِ خواہد بود۔ اب دیکھنا ہے کہ کس کس کی آنکھیں خون بہا تی رہیں گی۔

۲۵

ای صبا نکستی از خاک یاریا
 نکته روح فرزا از دهن دوست بگو
 تا معطر کنیم از لطف نسیم تو مشام
 یوفای تو که خاک به آن یار عزیز
 گردی از رگزد دوست بگری نیست
 حامی و سادگی شیوه جانبا زیان
 شکر آنکه تو در عشرتی ای مرغ چین
 کام جان تلخ شد از صبر که گرمی دوست
 روزگار بیت که دل چهره مقصودند

بپراندوه دل و مژده دلداریا
 نامه خوش خبر از عالم اسراریا
 شمه از نفحات نفس یاریا
 بی غباری که پدید آید از اغیاریا
 بهر آسایش این دیده خونباریا
 خبری از بر آن دلبر عیاریا
 با سیران نفس مژده گلزاریا
 عشوه زان لب شیرین شکر باریا
 ساقیان قرح آینه کردار باریا

دلخ حافط بچه از درد بهمش زنگین کن
 و انگش مست و خرابی سر باز آریا

بحر رمل مثنیٰ مخبون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن / فعلات

نکتہ روح افزا — ایسی لطیف نازک بات جس سے روح کو تازگی ملے۔
نامہ خوش خبر — ایسا خط جو اچھی خبر لے کر آیا ہے۔
شہ — محفوظ سی۔

نفحات نفس یار — محبوب کے سانس کی مہک۔
بی غباری کہ پدید آید از اغیار — جس میں اغیار کے پیدلے ہوئے غبار کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی صبا سے یہ مطالبہ ہے کہ صرف محبوب کے راستے کی خاک لا۔
اغیار کے غبار کی ملاوٹ اس میں نہ ہو۔

شیوہ جانبازان — بہادروں کا انداز۔
عشوق بیار — محبوب کی کوئی اذالا، مراد ہے محبوب کے ہونٹ کی شیرینی۔
قدح آئینہ کردار — آئینہ کی طرح صاف اور روشن پیالہ۔
دلح حافظ، بحر ارزد — حافظ کا خرقہ درویشی ایک بے حقیقت شے ہے۔ اسے کوئی نہیں لگا۔
اس غزل کے پہلے شعر میں صنعت اشتقاق ہے (دل، دلدار)
تیسرے شعر میں مراعات النظیر (معطر، نسیم، شام، نفحات) اور تین زائد (یار، بیار) ہے۔

چھٹے شعر میں تین زائد (بر، دلبر) ہے۔
ساتویں شعر میں تضاد ہے (نفس، گلزار)
آٹھویں شعر میں صنعت تضاد ہے (تلخ، شیریں)

پیشتر زانکه شود کاسه سر خاک انداز	خیز و در کاسه زر آب طبرناک انداز
حالیان غلظه در گنبد اسلاک انداز	عاقبت منزل ما وادی خاموشانست
بر رخ او نظر از آینه پاک انداز	چشم آلوده نظر از رخ جانان دورست
ناز از سربسته و سایه برین خاک انداز	بمسکین تو ای سر و که گرج خاک شوم
از لب خود بشفا خسته تریاک انداز	دل مارا که زمار سر زلف تو بخت
آتش از جگر جام در املاک انداز	ملک این مزرعه دانی که شباقی ندید
پاک شو اول و پس دیده بر آن پاک انداز	غسل در اشک نه دم کابل طریقت گویند
دود آهیش در آیینیه اوراک انداز	یارب آن زاهد خرد بین که بجز عیب ندید

چون گل از نکهت او جامه تباکن حافظ
وین قباد رره آن قامت چالاک انداز

۲۶

بحرِ بلِ مثنیٰ مجنون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن / فعلن

کاسہ زر — سونے کا پیالہ۔

آبِ طربناک — کنایہ ہے شراب سے۔

شود خاک انداز — مٹی میں مل جائے یعنی فنا ہو جائے۔

عاقبت — انجام کار۔

وادیِ خاموشان — قبرستان۔

بسرِ سبز تو — تجھے اپنی سرسبزی کی قسم۔

نازا از سرِ بسنه — اپنا غور ترک کر دے۔ ناز و داد چھوڑ۔

بخست — زخمی ہوا ہے۔ نڈھال ہے۔

تریاک — زہر مہرہ، زہر کی دوا، تریاق۔

مزرعہ — کھیتی۔

آتشِ از جگر جامِ درِ املاک انداز — اپنی املاک میں شراب سے ہگ لگا دے۔

آیینہ ادراک — فہم انسانی کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

جامہ قباکن — جامہ چاک کر لے۔

قامت چالاک — چست بدن۔

۲۶

خردۀ وصل تو کو کز سر جان برخیزم طایر قدسم و از دام جهان برخیزم
 بولای تو که گریه خویشم خوانی از سر خواجگی کون و مکان برخیزم
 یارب از ابر بادایت برسان بارانی پیشتر ز آنکه چو گردی زمین برخیزم
 بر سر تربت من بامی و مطرب بنشین تا بویت ز لحد رقص کنان برخیزم
 خیز و بالا بنمای بت شیرین حرکات کز سر جان و جهان نشان برخیزم
 گرچه بیم تو شبی تنگ در آغوشم کش تا سحر که ز کنار تو جوان برخیزم

روزم گم نفسی مهلت دیدار بده

تا چو حافظ ز سر جان و جهان برخیزم

(۲۷)

بحر رمل مثنوی مخبون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

کز سر جان برخیزم — کہ میں جان سے گزر جاؤں۔
 طایر قدس — کنایہ ہے فرشتہ سے۔
 دام جہان — دنیا کا جال۔
 بولامی تو — تیری محبت کی قسم۔
 سر خواہی کون و مکان — دونوں جہاں کی سرداری کا خیال۔
 ابرہدایت — رہنمائی کو ابر سے تشبیہ دی گئی ہے۔
 بے شیرین حرکات — محبوب جس کی ہر اداسندیدہ ہے۔
 بالابنا — اپنا قامت موزوں دکھادے۔
 دست نشان برخیزم — رقص کرتا ہوا اکھٹوں۔
 تنگ در آغوش کش — مجھے اپنے آغوش میں جکڑ لے۔
 ز سر جان و جہان برخیزم — اپنی جان اور جہان دونوں کا خیال چھوڑ دوں۔
 اس غزل کے دوسرے شعر میں تضاد ہے (بندہ، خراجہ)
 چھٹے شعر میں تضاد ہے (پیر، جوان)
 ساتویں شعر میں تینیں زائد ہے (جان، جہان)

صد بار توبه کردم و دیگر نمیکشم	من ترک عشق شاه و ساغر نمیکشم
با خاک کوی دوست برابر نمیکشم	باغ بهشت و سایه طوبی و قصر و حور
گفتم کنایتی و مکرر نمیکشم	تلقین و درس اهل نظر یک اشارت
تا در میان میکده سر بر نمیکشم	هرگز نمیشود ز سر خود خبر مرا
محتاج جنگ نیست برادر نمیکشم	ناصح بطلعن گفت که رو ترک عشق کن
ناز و کرشمه بر سر نمیکشم	این تقویم تمام که باشا بدان شهر

حافظ جناب پیرمغان جای دولست
من ترک خاکبوسی این در نمیکشم

(۲۸) بحرِ مضاعِ مہمن، اُخرِب، مکفوف / محذوف

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

تلقین ————— سمجھانا۔ دل میں اُتار دینا۔

درس ————— سکھانا۔

اہلِ نظر ————— بصیرت والے یعنی اہلِ نظر صرف ایک اشارے سے بات دل میں اُتار دیتے ہیں۔

کنایت ————— بجز۔ بات کو پوشیدہ انداز سے کہنا۔

تا دہریاں میکدہ سرِ زخمی کم ————— جب تک میں شراب خانے میں سر نہیں اٹھاتا ہوں اس وقت تک مجھے اپنے سر کی خبر نہیں ہوتی۔

محتاج جنگ نیست پر اور زخمی کم ————— اے بھائی اس میں لڑنے کی کیا بات ہے۔ میں عشق نہیں چھوڑوں گا۔

جنابِ پیرِ مغان ————— پیرِ مغان کا استنا۔

اس غزل کے دوسرے شعر میں صنعتِ مراعاتِ التیظ ہے۔

(بلغِ بہشت، سایہ طوبی، عصرِ حور)

۲۹

بمژگان سیه کردی هزاران خنجر در دهنم
 الا ای هم نشین دل کیارانت بر وقت ازین
 جهان پرست بی بنیاد ازین فرادکش فریاد
 ز تاب آتش دوری شدم غرق غرق چون گل
 جهان فانی و باقی فدای شاه و ساقی
 اگر بر جای من غیر می گزیند دوستم اوست
 صبح اخیر زو ببل کجائی ساقیا بر خیز
 شب حلت هم از بستر روم در قصر حورالین

بیا که چشم بیارت هزاران در دهر بینم
 هر روزی مباد آندم که بی یاد تو نشینم
 که کرد افسون منیر نگش ملوک زبان شیرینم
 بیارای باد شبگیر می نسیمی زان عرق حسینم
 که سلطانی عالم را طفیل عشق می بینم
 حرامم باد اگر من جان بجای دوست بگزینم
 که غوغای کند در خر خیال خواب و دشینم
 اگر در وقت جان دامن تو باشی شمع بالینم

حدیث آرزو مندی که در این نامه ثبت افتاد
 بهمانانی غلط باشد که حافظ داد تلقینم

بحر نہج سالم مثنیٰ

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

رخسہ ——— خلل۔
 بیاکہ چشم بیاہرت ہزاران درد بر چہنیم اگر میں تیری چشم بیاہر کا سارا درد خود لے لوں۔
 یار انت برفت از یاد ——— تو نے اپنے دوستوں کو نہرا موش کر دیا ہے۔
 فریاد کش ——— فریاد کو مارنے والی۔ اشارہ ہے اس پیرزن کی طرف جس نے شیریں کی
 جھوٹی موت کی خبر فریاد کر سنائی اور فریاد اس صدمے کی تاب نہ لاکر
 جان دے بیٹھا۔

تاب آتش دوری۔ ——— دوری کی جدائی کو آگ سے تشبیہ دی ہے۔ جاہلی کی آگ کی گرمی۔
 باد شبگیری ——— رات کی ہوا۔
 عرق چین ——— پسینہ پوچھنے کا پڑا یا رُوماں۔
 سلطان عالم ——— دنیا کی بادشاہت۔
 حاکم دوست ——— وہی حاکم ہے یعنی اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔
 صباح اخیر ——— صبح بخیر، صبح کا سلام۔
 غوغا ——— شور و غل۔
 خواب دوشین ——— رات کا خواب۔
 قصر حور العین ——— حور بہشتی کا محل۔
 بالین ——— سر بانا۔
 شمع بالین ——— استعارہ ہے محبوب کے لئے گویا بجائے شمع رطل کے دقت اگر میرے
 سر بانے محبوب موجود ہو۔

حدیث ——— بات، قصہ۔
 واہ لغتینم ——— مجھے سکھایا ہے۔
 اس غزل کے تیسرے شعر میں تلخیص ہے۔
 چوتھے شعر میں تخنیں ہے۔ (عرق، عرق)
 پانچویں شعر میں تضاد ہے۔ (فانی، باقی)

در خرابات مغان نور خدای بینم
 این عجب بین که چه نوری ز کجای بینم
 جلوه بر من مفروش ای ملک الحاکم که تو
 خانه می بینی و من خانه خدای بینم
 خواهیم از زلف تیان نافه گشائی کرد
 فکر دورست بهمانا که خطای بینم
 سوز دل اشک روان آه سحر ناله شب
 این همه از نظر لطف شمای بینم
 هر دم از روی تو نقشی زنده راهی
 با که گویم که درین پرده چهای بینم
 کس ندیدست ز مشک خن نافه چین
 آنچه من هر سحر از باد صهای بینم

دوستان عیب نظر بازی حافظ مکنید
 که من اور از محبتان شمای بینم

(۳۰)

بحر رمل مثنوی مجنون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعاتن فعاتن فعاتن / فعاتن

جلوہ بریں مفروش — میرے سامنے فخر نہ کر۔

ملک الحاج — حاجیوں کے قافلے کا سردار۔

خانہ خدا — اس ترکیب میں اضافت مطلوب ہے۔ یعنی خدا سے خانہ گھر کا مالک

یعنی مطلب یہ ہے کہ تو نے صرف خدا کا گھر دیکھا ہے اور میں نے خدا کو دیکھا ہے۔

نافہ گشائی — منظر کرنا۔

فکر دور است — یہ محال سی بات ہے۔ ناممکن سا خیال ہے۔

زندم راہ خیال — میرے خیال پر ڈاکر ڈالتا ہے (زندم کی میم خیال سے متعلق ہے یعنی راہ خیالم زند)

چہا — کیا کیا (چہ + ہا)

اس غزل کے تیسرے شعر میں ایہام ہے (خطا)

چوتھے شعر میں صفت جمع ہے (سوز دل، اشک روان، آہ سحر، ناک شب)

اور صفت تضاد ہے (سحر، شب)

بیانا گل بر افشانیم و می در ساغر اندازیم
 اگر غم شکر انگیزد که خون عاشقان ریزد
 شراب رغوانی را گلاب ندقح بزمیم
 چو در دست و دی خوش بنظر مژده خوش
 فلک استقفا بشکافیم و طرحی نو در اندازیم
 من ساقی بهیم سازیم و بیا دوش بر اندازیم
 نیم عطر گردان از اشکر در محبس اندازیم
 که دست افشان غزل خویم پاکوبان سر اندازیم
 بود کان شاه خوبان را نظر بر منظر اندازیم
 بیا کاین داور بهار به پیش داور اندازیم
 که از پای خمت روزی بحوض کوثر اندازیم
 بیا حافظ که تا خود را بملکی دیگر اندازیم

صبا خاک وجود مابدان عالی جناب انداز
 یکی از عقل می لافد یکی خطا است می پافد
 بهشت عدن اگر خواهی بیا یا ما بی سخاوت
 سخن دانی و خوش خوانی نمی در زند شیراز

بحر نرج مہمن مسبح

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان

سقف ————— جھٹ
بہم سازیم ————— مقف ہو کر

مجھ ————— آگٹھی
شکر در مجھ اندازیم ————— آگٹھی میں شکر ڈالیں بشکر میں عود کا برادہ لگا کر آگٹھی میں ڈالاجاتا تھا۔
رود ————— ساز باجا

دست افشان ————— تالی بجاتے ہوئے۔

پاکوبان ————— ناچتے ہوئے۔

سر اندازیم ————— سر جھکانا۔ نیاز، عقیدت یا وجد و کیف کا اظہار۔

بودکان شاہ خوبان را نظر بمنظر اندازیم ————— شاید اُس حسینوں کے بادشاہ کے چہرے پر ہم نظر ڈال سکیں۔

می لافند ————— شیفی مارتا ہے۔

طامات می باند ————— بے سرو یا اتوں کا تانا بانا ہے۔

پیش داور اندازیم ————— فلسفی اور صوفی جو عقل نفس کے غور میں خدا بن گئے ہیں ان کو خدا کے سامنے پیش کر دیں تاکہ ان کی حقیقت کھل جائے۔

خوش خوانی ————— اچھے شعر کہنا۔

نمی درزند ————— محنت نہیں کرتے، یا اختیار نہیں کرتے۔ مراد یہ ہے کہ شیرازیوں میں لوگ شاعری کے فن پر محنت نہیں کرتے۔ اس لیے میرے فن کی بھی قدر نہیں کرتے۔

خود را بملکی دیگر اندازیم ————— ہم اپنے آپ کو کسی دوسرے ملک میں لے جائیں۔

اس غزل کے دوسرے شعر میں استعارہ بالکنا یہ ہے۔

چمکتے شعر میں صنعت مراعات النظیر ہے (مطرب، سرود، دست افشان، غزل خوان، پاکوبان)

پانچویں شعر میں صنعت تجنیس زائد و اشتقاق ہے (نظر، منظر)

(۳۲)

شاه شمشاد قدان خسرو و شیرین دهنان
 مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت
 تاکی از سیم و زر ت کیسه تهی خواهد بود
 کمتر از ذره نه پست مشو مهر برورز
 بر جهان تکیه کن در قدحی می داری
 پیر سپایه کش من که روانش خوش با
 و امن دوست بدست آید و دشمن بگسل
 با صبا در چین لاله سحر میگفتم
 که بجز گان شکنند قلب همه صف شکنان
 گفت ای چشم و چراغ همه شیرین سخنان
 بنده من شو و بر خورز همه سیم تنان
 تا بخل تو نگه خورشید سی چرخ زنان
 شادی زهره جبینان خور و نازک دهنان
 گفت پر بهیز کن از صحبت پیمان شکنان
 مردیزدان شو و فایغ گذر از اهرمان
 که شهیدان که اند این همه خونین کفنان

گفت حافظ من و تو محرم این راز نه ایم
 از می لعل حکایت کن و شیرین دهنان

بحر رمل مثنوی محبوب / مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن / فعلن

شاہ شمشاد قدان — کنایہ ہے محبوب سے۔ یعنی شمشاد قداد و شیرین دہن حسینوں کا بادشاہ۔ مراد حسن میں سب سے برتر۔

خسر و شیرین دہنان — کنایہ ہے محبوب سے۔

قلب صف شکنان — جنگبازوں کے لشکر کا قلب۔

چشم و چراغ — کنایہ ہے سبب بنائی اور سایہ نصارت سے۔ مراد وہ ہستی جو بہت عزیز و عزیز خورشید و ہمہ سیم تان — سیس بدن حسینوں سے لطف اٹھا۔

مہر لورز — محبت اختیار کر۔

چرخ زنان — گردش کرتے ہوئے جھومتے ہوئے، کیف و وجد کے عالم میں۔

شادی زہرہ چینان خوردناؤک بدنان — بجائے دنیا کا غم اور غریب کھانے کے حینوں کی خوشی کھا۔ یعنی ان کی خوشیوں میں شریک ہو۔

پیر سمانہ کش — ہمارا مرشد جو شراب پیاتے۔

روانش خوش باو — دعا یہ کلمہ ہے (اس کی روح خوش ہو)

پیمان شکنان — عہد کو توڑنے والے۔ کنایہ ہے حسین محبوب سے۔

دامن دوست بدست آر — دوست کا دامن پکڑ لے۔

ز دشمن بگسل — دشمن سے اپنا تعلق ختم کر لے۔

مردیزدان — مرد خدا، خدا والے۔

اہرمنان — شیطان۔

شہیدان کہ — کس کے شہید ہیں۔

حکایت کن — باتیں کر۔

اس غزل کے پہلے شعر میں صنعت اشتقاق ہے۔ (شکنہ، شکنان)

چوتھے شعر میں صنعت ایہام ہے۔ (زہر)

ساتویں شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔

آٹھویں شعر میں مراعات النظم ہے (صبا، چمن لالہ، شہیدان، خونین کفان)

(۳۳)

شراب لعل کش و رمی جبینان بین	خلاف نهیب آن جلالیان بین
بزیر دلق ملتح کند بادارند	دراز دستی این کوته آستینان بین
بخمر من دو جهان سرفروشی آرند	دایغ و کبر گدایان نخر شه چینیان بین
بهای نیم کرشمه هزار جان طلبند	نیاز اهل دل ناز نازنیشان بین
حقوق صحبت را راباد داد و بر نیت	وفای صحبت یاران نه نشینان بین
اسیر شوق شدن چاره خلاص نیست	ضمیر عاقبت اندیش پیش بینان بین

که دورت از دل حافظا بر و صحبت دوست

صفای همت پاکان پاکان بینان بین

بحرِ مجتہد مثنوی مجنون مقصور

مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلات / فاعلن

- شراب لعل — سرخ شراب۔
 جمال اینان — ان کا حسن، مراد یہ ہے حسینوں کو دیکھو اور زاہدانِ ریاکار کے مذہب
 کے خلاف مہ جبینوں سے محبت کرو۔
 دلق ملمع — زاہدانِ ریاکار کا لباس جراثیمی ظاہری وضع سے دھوکہ دیتے ہیں۔
 دراز دستی — ظلم۔
 کوتہ آستینان — کنایہ ہے ریاکار زاہدوں سے۔ وہ لوگ جو شرعی لباس پہنتے ہیں جس میں
 قمیص اور جُبتہ کی آستین چھوٹی ہوتی ہے۔
 سرفروشی آزند — سر نہیں جھکاتے۔
 بہاسی — قیمت۔
 بباد داد — بھول گیا۔
 چارہ خلاص — رہائی کی تدبیر۔
 عاقبت اندیش — انجام کار سوچنے والے۔
 پیش میزان — مستقبل پر نظر رکھنے والے۔
 اس غزل کے دوسرے شعر میں صنعت تضاد ہے (دراز، کوتہ)
 چوتھے شعر میں صنعت تضاد ہے (نیاز، ناز)
 چھٹے شعر میں صنعت تضاد ہے (اسیر، خلاص)

(۳۴)

عیشم دامت از لعل و سخراه	کارم یکامست الحمد لله
ای بخت سرکش تلکش ببرکش	که جام زرکش که لعل و سخراه
مار ابرندی افسانه کردند	پیرانِ جاہل شیخان گمراه
از دست زاهد کردیم توبه	وز فعل عابد استغفر الله
جانا چه گویم شرح فراق	چشمی و صد نم جانی و صد آه
کافر مبینا دین غم که دیت	از قامتت سرو از عارضت ماه

شوق لبست برد از یاد حافظ
در کس شبانه ورد سحرگاه

بحر متقارب اثلیم مسجع

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

لعل دلخواہ — کنایہ ہے محبوب کے ہزرتوں سے۔
کارم بکانت — میرا کام حسب مراد ہے (مجھے اپنا مقصد حاصل ہو گیا)
الحمد لله — خدا کا شکر ہے۔
نگش ببرکش — اُسے اپنے آغوش میں جکڑ لے۔
افانہ گردند — شہرہ گردیا ہے۔
پیران جاہل — وہ مکار صوفی جو کچھ نہیں جانتے اور اپنے فریب سے لوگوں کو گمراہ
کزرہے ہیں۔
شیخان گمراہ — وہ ظاہر بہت دیندار جو دین کے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔
دست زاہد — کنایہ ہے زاہدوں کی ریاکاری سے۔
فعل عابد — کنایہ ہے عبادت کرنے والوں کی مکاری سے۔
مبیناد — نہ دیکھے۔
درس شبانہ — رات کا درس جو دین و اخلاق پر مشتمل ہوتا ہے۔
وردِ سحر گاہ — صبح کی عبادت اور وظیفہ۔
اس غزل کے پہلے شعر میں صفت تجنیس اور تڑصیع ہے۔ (کارم، کام)

(۳۵)

ای که با سلسله زلف راز آمده فرصت یاد که دیوانه نواز آمده
 ساعتی ناز مفر او بگردان عادت چون سپید لب ارباب نیاز آمده
 پیش بالای تو میر چرخ و چرخ چون بکهر حال برانده ناز آمده
 آبی آتش بهم آمیخته از لب لعل چشم بدود که بس شبیه باز آمده
 آفرین بردل نرم تو که از بهر ثواب کشته غمزه خود را بنماز آمده
 ز بدن با تو چه سخبد که بنمای دلم مست آشفته بخلوت که راز آمده

گفت حافظ در گرت خرقه شرباب لوده

مگر از مذمب این طایفه باز آمده

بحرِ رمل مثنیٰ مخبون مقصور / مخدوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن فعلات

سلسلہ زلفِ دراز — محبوب کے لمبے بالوں کو زنجیر سے تشبیہ دی ہے۔

فرصتِ باد — تیری عمر دراز ہو۔

پیشِ بالائی تو میرم — میں تیرے قدم کے سامنے جان دے دوں۔

بر زندہ ناز — ناز کی زینت بڑھانے والا۔

دل نرم — اس شعر میں طنز کے طور پر محبوب کی سخت دلی کو آفریں کہا ہے۔

غمزہ — محبوب کے چشمِ وابر وکاشا اشارہ۔

نماز آمدہ — یہاں جنازہ کی نماز مراد ہے کہ محبوب اپنے غمزے سے شہید کرنے کے

بعد ثواب کی خاطر نمازِ بنازہ میں شریک ہونے کے لئے آیا ہے۔

زہد من بالوچہ سنجہ — میرے زہد کا تیرے سامنے کیا وزن ہے؟ کوئی حقیقت نہیں۔

ینماے دلم — میرے دل کو لوٹنے کے لئے۔

آشفۃ — پریشان حال۔ پرآگندہ۔

دگر تخرقہ — تخرقہ سے مقتل ہے یعنی تیرا خرقہ پھر شراب آلود ہے۔

نہب — راستہ، طریقہ۔

طایفہ — گروہ، جماعت۔

اس غزل کے دوسرے شعر میں تضاد ہے۔ (ناز، نیاز)

تیسرے شعر میں تضاد ہے (صلح، جنگ)

پانچویں شعر میں مراعاتِ النظیر ہے (دل نرم، کشتہ، ثواب، نماز)

بگردانِ عادت — اپنی عادت کو بدل دے۔

(۳۶)

دوش رفتم پیر میکده خواب آلوده
 آمد افسوس کنان منجیه باده فروش
 شست و شوی کن و آنکه خرابات خرام
 بهوای لب شیرین اسپران چند کنی
 بطهارت گذران منزل پیری و کن
 پاک صافی شو و از چاه طبیعت بدر آ
 گفتیم ای جان جهان و ننگ عیب نیست
 آشنایان ره عشق درین بحر عمیق
 خرقه تر دامن سجاده شراب آلوده
 گفت بیدار شوای لهر خواب آلوده
 تا لگد و ز تو این دیر خراب آلوده
 جوهر روح بیا قوت ناب آلوده
 خلعت شیب چو تشریف شایب آلوده
 که صفائی ندر آب تراب آلوده
 که شود فصل بهار از می ناب آلوده
 غرقه گشتند و گشتند باب آلوده

گفت حافظ الغر و نکته بیاران مفسر و ش
 آه زین لطف بانواع عتاب آلوده

بحرِ رمل مثنوی مجنون مقصور / محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن / فعلن

- خرقہ تر دامن — لباس زہد شراب میں بھیگا ہوا۔
 افسوس کنان — تسمہ کرتا ہوا۔ طنز کرتا ہوا۔
 شست و شوئی کن — پاک اور صاف ہو۔
 یاقوت ہذاب — پگھلا ہوا یاقوت۔ کنایہ ہے خون کے آنسو یا شراب سے۔
 خلعت شیب — بڑھاپے کی پرشاک۔
 تشریفِ شباب — جوانی کا لباس
 چاہِ طبیعت — طبیعت یعنی نفس کو کویتیں سے تشبیہ دی ہے۔
 آبِ ترابِ آلودہ — گدلا پانی۔
 دفترِ گل — پھول کی کتاب۔ اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بہار میں پھول کی کتاب
 شراب سے آلودہ ہو جائے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔
 بحرِ عمیق — گہرا سمندر۔ کنایہ ہے عشق سے۔
 لغز — چیتان۔ پہلی۔
 نکتہ مفروش — اپنی نکتہ دانی کا اظہار نہ کر۔
 لطف بالذواضِع عتابِ آلودہ — ایسا التفات جس میں طرح طرح کے عتاب شامل ہوں۔
 اس غزل کے دوسرے شعر میں صنعت تضاد ہے (بیدار، خواب)
 پانچویں شعر میں صنعت تضاد ہے (شیب، شباب)

۳۷

سحرگاهان که محسور شبانه
 نهادم عقل را ره تو شه از می
 نگار می فروشم عشوه داد
 ز ساقی کمان ابرو شنیدم
 بنده ی زان میان طر فی کرد
 برو این دام بر مرغی دیگر نه
 که بند و طرب وصل از حسن های
 ندیم و مطرب و ساقی همه است
 بیده کشتی می تا خوش برانیم
 وجود ما معما نیست حافظ
 که تحقیقش فسوست و فسانه

گرفتیم پاده یا چنگ و چغانه
 ز شهر هتیش کروم روانه
 که امین گشتم از مکر زمانه
 که ای تیر ملامت را نشانه
 اگر خود را ببینی در میان
 که غفار ابله دست آشیانه
 که با خود عشق بازو چاودانه
 خیال آب و گل در ره بهانه
 ازین دریای ناپید اکرانه

(۳۷)

بحر ہزج مسدس مقصور / محذوف

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل / فعلن

چنگ و چخانہ — باجوں کے نام۔

رہ توشہ — اس ترکیب میں اضافت مقلوب ہے۔ مراد زاد راہ۔

نہا دم عقل را رہ توشہ از می — میں نے زاد راہ کے طور پر عقل کو شراب دے دی۔

عشوہ داد — لسی دلفریب ادا دکھائی، مراد یہ ہے کہ محبوب کی ادائے مجھ بخود کر دی ہے اب میں زمانے کے قریب میں نہیں آسکتا۔

کمر وارہ — کمر کی طرح۔

بنندی زان میان طرفی کمر وار — طرف بستن کے معنی فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ مراد یہ

ہے کہ محبوب کی کمر تک تیری رسائی نہیں ہو سکتی۔

عنقا — ایک فرضی پرندہ جسے کسی نے نہیں دیکھا۔

کہ بند و طرف وصل — کون وصل کا فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

خیال آب و گل در رہ بہانہ — راہ ہستی میں یہ خیال کہ انسان آب و گل سے

بنا ہے محض بہانہ ہے۔ اس شعر میں ہمہ اوست کا مسئلہ ندیم و مطرب

و ساقی کے استعاروں میں بیان کیا گیا ہے۔

فسون — جادو۔
فسانہ — کہانی۔ { غیر حقیقی۔

اس غزل کے چوتھے شعر میں مراعات النظیر ہے (کمان ابرو، تیر ملامت، نشانہ

چھٹے شعر میں مراعات النظیر ہے (دام، مرغی، عنقا، آشیانہ)

نویں شعر میں مراعات النظیر ہے (کشتی، دریا، کرانہ)

دسویں شعر میں شبہ اشتقاق ہے (فسون، فسانہ)

این خمر که من دارم در رهن شراب اولی
 دین و فتری منی غرق می ناب اولی
 چون عمر تبیه کردم چند آنکه نگه کردم
 در کنج خراباتی افتاده خراب اولی
 چون مصلحت اندیشی و درست زد رویی
 هم سینه پر از آتش هم دیده پر آب اولی
 من حالت زاهد ابا خلق نخواهم گفت
 این قصه اگر گویم با چنگ و رباب اولی
 تا بی سرو پا باشد اوضاع فلک زین دست
 در سر هر سس ساقی و در دست لب اولی
 از سپهر تو دل داری دل بر نگم آری
 چون تاب کشم باری آن زلف تبار اولی
 چون پیر شدی حافظ از میکده بیرون آئی
 زندگی و مهر سناکی در عهد شباب اولی

بحر نرج مثنیٰ احراب

(۳۸)

مفعول مفاعیلین، مفعول مفاعیلین

خرقہ — گدڑی، درویشوں کا لباس۔

کنج خرابات — میخانے کا گوشہ۔

خراب — مست۔

اوضاع فلک — آسمان کے طریقے کنایہ ہے انقلاب زمانہ سے۔

دل برہکنم — میں اپنا دل نہیں ہٹاؤں گا۔ یعنی فدا ہوتا رہوں گا۔

آرسی — ہاں۔

چون تاب کشم باری زان زلف بتاب ادلے — پیچ و تاب کھانا ہی ہے تو اس زلف پر پیچ کے ہاتھوں بہتر ہے۔

اس غزل کے تیسرے شعر میں صفت تضاد ہے (آتش، آب)

چھٹے شعر میں ابہام ہے (تاب)

(۳۹)

دویار زیرک از باده کهن دو منی
 من این مقام بدینا و آخرت ندیم
 هر آنکه گنج قناعت بگنج دنیا داد
 بیا که رونق این کارخانه کم نشود
 ز تند باد حوادث نمی توان دیدن
 بدین در آینه جام نقش بندی غیب
 ازین سموم که بر طرف بوستان بگذشت
 بصبر کوش تو ایدل که حق را نکند
 فراغتی و کتابی و گوشه چمن
 اگر چه در بیم افتند هر دم بچمن
 فروخت یوسف مصری بکترین شمن
 بزهد بچو تو فی یا بفسق سپو من
 درین چمن که گلی بوده است یا سمن
 که کس بیاد ندارد چنین عجب ز من
 عجب که بوی گلی هست و رنگ استرن
 چنین عزیز بگینی بدست اهر من

مزان دهر تبه شد درین بلا حافظ
 کجاست فکر حکیمی و رای بر من

بحر محبت مہمن محبوبون مقصور

مفاعیلن فاعلین مفاعیلن فاعلین

دومن ——— دومن - جدید ایران میں تین کینو کا ایک من ہوتا ہے۔
 فراغت ——— فرصت۔
 ویریم افتند ——— میرے پیچھے پڑ جائیں۔
 گنج قناعت ——— قناعت کا گوشہ۔
 گنج دنیا ——— دنیا کا خزانہ - دنیاوی عیش و آرام۔
 مہمن ——— قیمت، قدر۔
 رونق این کارخانہ ——— دنیا کی چہل پہل۔
 فسق ——— خدا کی نافرمانی۔ گناہ۔
 نقش بندی غیب - پیانہ شراب میں غیب سے کیا کیا نقش نظر آتے ہیں۔
 سموم ——— گرم ہوا۔
 مزاج دہر تہ شد ——— دنیا کا مزاج بگڑ گیا۔
 فکر حکمی مراسی برہنے ——— کسی عارف کی تدبیر یا کسی برہمن کی دانائی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

اس غزل کے پہلے شعر میں صفت جمع ہے (فراغتی و کتابی و گوشہ چمنی)
 دوسرے شعر میں صفت تضاد ہے (دنیا، آخرت)
 تیسرے شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔
 چوتھے شعر میں صفت تضاد ہے (زہد، فسق)
 ساتویں شعر میں مراعات النظیر ہے (سموم، بوستان، بوی گلی و رنگ نترنے)

۴۰

ای پادشاه خوبان داد از غم تنهائی
 دایم گل این بستان شاداب نمی ماند
 دیشب گل زلفش بآباد سسی کردم
 صد باد صبا اینجا با سلسله می رقصند
 شتائی و بهجوری دور از تو چمنم کرد
 یارب بکه شاید گفت این نکته که در عالم
 ساقی چمن گل ابی روی تو رنگی نیست
 ای در دوام درمان در بترنکامی
 در دایره قسمت النقطه تسلیمیم
 فکر خود و رای خود در عالم رندی نیست
 زین دایره مینا خوانین جگر می ده
 دل بی تو بجان آمد وقت که بازائی
 دریاب ضعیفا زار وقت توانائی
 گفتا غلطی بگذر زین فکر سودائی
 انیت حریف ای دل تابا نپیمائی
 کردست بخواد شر پیاپب شکیبائی
 رخساره بکس ننمود آن شاه هرجائی
 شمشاد خرامان کن تابا غ بیارائی
 وی یاد تو ام منس در گوشه تنهائی
 لطف آنچه تواند لیش حکم آنچه تو فرمائی
 کفرست درین مذہب خود بینی و خود رانی
 تا حل کنم این مشکل در ساغر میثائی

حافظ شب بجران شد بوی خوش وصل آمد
 شادیت مبارک بادای عاشق شیدائی

بحر ہرج مثنیٰ اُخرب

مفعول مفاعیلین مفعول مفاعیلین

- بجان آمد ——— زندگی سے تنگ آگیا۔
 این بستان ——— کنایہ ہے دنیا سے۔
 ضعیفان ——— کمزور۔
 وقتِ توانائی ——— طاقت کے زمانے میں۔
 غلطی ——— تڑ غلطی پر ہے۔
 فکرتِ سوائی ——— دیوانہ پن، پاگلوں کا سا خیال۔
 بادِ پشیمانی ——— یہ ہودہ یا بے فائدہ کام نہ کر۔
 مہجوری ——— بھرا، جُدائی۔
 پایابِ نشیکبائی ——— صبر کی طاقت۔
 شاہد ہر جانی ——— وہ محبوب جس کے چاہنے والے بہت ہوں۔ مُراد بے وفا۔
 بسترِ ناکامی ——— محرومی کو بستر سے تشبیہ دی ہے۔
 دردِ توامِ درمان ——— تیرا درد ہی میرا علاج ہے۔
 یادِ توامِ مونس ——— تیری یاد ہی میری غم گسار ہے۔
 دائرہٴ مینا ——— کنایہ ہے آسمان سے۔
 ساغرِ مینائی ——— شراب کا پیالہ۔
 شبِ بھرانِ شد ——— بھر کی رات گزر گئی۔
 اس غزل کے ساتویں شعر میں مراعاتِ التظیر ہے۔ (چمن گل، رنگی ہمشاد، باغ)
 آٹھویں شعر میں صنعتِ تضاد ہے (درد، درمان)
 دسویں شعر میں صنعتِ تضاد ہے۔ (کُفر، مذہب)
 گیارہویں شعر میں صنعتِ اشتقاق ہے (مینا، مینائی)
 بارہویں شعر میں صنعتِ تضاد ہے (بھران، وصل)

(1)

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

میرزا قاسم خان

**Sri Ramakrishna Ashram
LIBRARY
SRINAGAR**

*Extract from
the Rules :-*

1. Books are issued for one month only.
2. An over - due charge of 20 Paise per day will be charged for each book kept over - time.
3. Books lost, defaced or injured in any way shall have to be replaced by the borrower.

